مشاہیر چین

میر عابد علیخاں

ناشر
دارالاشاعت سیاسیہ (مجلس اتحاد المسلمین)
اشاعت منزل ۔ اردو گلی ۔ حیدرآباد دکن

مئی سنہ ۱۹۴۴ء

قیمت ۸/عہ

تعداد طبع ایک ہزار

مطبوعہ انتظامی پریس حیدرآباد

"اُن مشاہیرِ ہند کے نام
جو آزادی کی کشمکش میں
قربان ہوئے"

عرضِ ناشر

چراغ تلے اندھیرا بڑی پرانی اور بہت عام مثل ہے
چین اور ہندوستان پر یہ مثل بالکل صادق آتی ہے۔ چین ہمارا پڑوسی، اور بہت ہی قریب کا ملک ہے، نقشہ میں ہندوستان چین کے زیرِ سایہ واقع ہے۔ اور ملک بھی کوئی چھوٹا موٹا نہیں، آبادی میں دنیا کا سب سے بڑا ملک، تاریخ میں سب سے قدیم روایات کا حامل، فلسفیوں کا گہوارہ، فن کاروں کا دیس، بڑے بڑے علما، اور ادبا کا گھر، لیکن ہم چین کے متعلق کیا جانتے ہیں، مانی و بہزاد کے قصے، اور "ارژنگ چین" کے معانی ہمارے لغتوں میں ہیں، اور بس۔ وہاں کون بستے ہیں، افیونی اور صرف افیونی کیا افیونیوں میں کچھ ایسے بھی ہوئے ہیں جن کے کارناموں کو زمین کی گردشیں مٹا نہ سکی ہوں، یہ خیال بار بار دماغ میں آتا ہے، اور کیوں نہ آئے، ہم سے اتنا قریب اور اتنا بڑا ملک نہ بے خبری پہ کیسے

شاکر ہو بیٹھیں۔

اس میں کچھ ہمارا قصور ہے، اور کچھ چین کا۔ ہم نے ڈھونڈا نہیں اور انھوں نے بتایا نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چینیوں پر ہزاروں سال سے کچھ یاس سا طاری ہو گیا تھا، وہ اپنا تعلق خارجی دنیا سے منقطع کر بیٹھے تھے ـــــ ہمیں معلوم ہے کہ اس صدی کے اوائل میں چینیوں کا حال معلوم کرنے کا خیال آنجہانی حکومت زار کو ہوا تھا۔ مگر جب کوئی حال نہ مل سکا تو انھوں نے ایک وفد چین کو بھیجا تھا۔ اس کی رپورٹ میں سے اتنا حصہ جو اشاعت اسلام سے متعلق تھا رسالہ معارف ۱۹۳۲ء میں چھپا ہے۔ اس کے بعد چین کے ایک شخص بدرالدین چینی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں علوم اسلامیہ کی تعلیم کے لیے اور بہت دنوں تک ندوہ اور اس کے بعد جامعۂ ملیہ میں زیرِ تعلیم رہے، انھوں نے ایک کتاب چینی مسلمانوں سے متعلق اردو میں لکھی جو دارالمصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوئی ہے۔ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے ایک کتاب تاریخ چین کے نام سے بریلی میں چھپی تھی۔ اردو میں اس مواد کے علاوہ شاید کوئی قابل ذکر مواد اور موجود نہیں۔

آج ہم مشاہیر چین پیش کر رہے ہیں۔ اس میں چین کے ایسے نو مشاہیر کا تذکرہ ہے جنہیں صرف چین ہی نہیں بلکہ دنیا کبھی نہ بھلا سکے گی۔ ہمیں امید ہے کہ اردو زبان میں چین کے متعلق یہ معلومات اچھا اضافہ ثابت ہوں گی۔

سید علی شبر حاتمی (ناظم)

فہرست مضامین

دیباچہ

ہمارے ممتاز ہمسایہ ملک چین کے بارے میں اردو ادب میں اتنا کم مواد موجود ہے کہ ہمیں چین کی تاریخ، سیاست، تمدن اور ادب کے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ حالانکہ چین کا شمار دنیا کے ان ممالک میں ہے جو علم و تہذیب کا گہوارہ اور بڑے مرکز رہے ہیں جن سے ساری دنیا نے فیضان حاصل کیا ہے۔ مگر بدقسمتی سے اس سرچشمۂ تمدن کا اتنا مختصر اور موہوم تذکرہ ہمیں ملتا ہے کہ ہم اس کی صحیح عظمت کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتے۔

دنیا میں سب سے قدیم ہمارے ہمسایہ ملک چین کی تاریخ ہے جس کا سلسلہ آج سے ساڑھے چار ہزار سال قبل سے شروع ہوا ہے۔ اس دراز عرصے میں چین کی سرزمین سے نامور ادیب، فلسفی، حکیم، آرٹسٹ سیاس، مدبر اور جنگجو سبھی پیدا ہوئے۔ ان بیسیوں مشاہیر میں، میں نے صرف اُن فرزندانِ چین کا ذکر کیا ہے جنھوں نے چین کی تاریخ بنائی اور اس کی تقدیر بدلی۔ ان کی حیات چین کے معراج کی داستان ہے جو اپنی فضیلت اور رفعت میں اسقدر بلند تھے کہ انہیں مشاہیر عالم

میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ ساڑھے چار ہزار سال کی طویل مدت میں ان آٹھ نو اکابرانِ چین کا تذکرہ ایک طرح سے چین کی تاریخ بھی ہے۔ گر مرتب عظمت اور معراج کے ادوار کی حامل۔

قیاس کیا جاتا ہے کہ چین کی تاریخ مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے تین ہزار سال قبل سے شروع ہوتی ہے۔ ابتدائی تاریخ اصنامی[۱] کہی جانی چاہیے اس کی کوئی تاریخی اہمیت نہیں۔ قصے اور کہانیوں میں اس دور کے واقعات موجود ہیں۔ سیاسی تاریخ کا آغاز ۲۲۱ ق م سے ہوا جبکہ چین کے "شہنشاہ اول" شی ہوانگ ٹی نے تمام چین کو فتح کر کے عظیم تر چین کی بنیاد رکھی۔ شی ہوانگ ٹی کے خاندان نے ایک عرصہ دراز تک حکمرانی کی، عروج و زوال کے ان مرحلوں میں اسوقت خلل پیدا ہوا جبکہ تیرھویں صدی میں منگولوں نے چین پر حملہ کیا اور فتح کر لیا۔ اس نئی سلطنت کا بانی مشہور فاتح قبلہ خان تھا۔ یہ حملہ آور چین فتح کرنے کے بعد چین میں مقیم ہو کر یوں گم ہو گئے کہ ان کی اپنی انفرادیت اور قومی خصوصیات بھی جاتی رہیں۔ وہ ملک کی رہنی میں رنگ گئے۔ اس کے بعد سترھویں صدی میں شمال سے مانچو قبیلے نے چین پر حملہ کر دیا اور فتح کرنے کے بعد اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی جو ۱۹۱۱ء میں ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی اور ایک نئے نظام یعنی جمہوریت کے لیے جگہ بنائی۔

چین پر تقریباً چوبیس خاندانوں اور قبیلوں نے فرمانروائی کی۔

---

[۱] Mythical period

اس جہانبانی میں چین کو عروج و زوال کی جن منزلوں سے گذرنا پڑا وہ اس ملک کی سیاسی تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا۔ اس ساری مدت میں ہمیں چینیوں کی اس انفرادیت کا پتہ ملتا ہے کہ وہ علیحدہ پسند حکمت عملی کے دلدادہ اور پرستار تھے۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ غیر اقوام سے تعلقات پیدا کریں۔ بیرونی دنیا سے چین کے جو تعلقات رہے ہیں وہ صرف تجارتی تھے۔ جب ۱۷۹۲ء میں جارج سوم شہنشاہ انگلستان نے اپنے قاصد لارڈ میکارٹنی کو دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کے لیے چین بھجوایا تو فرمانروائے چین، چائن لنگ نے جواب دیا کہ ——— "ہمیں کسی ملک سے تعلقات پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں ہماری ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ ہم خود مکتفی رہنا چاہتے ہیں اور اپنی انفرادیت کو کھو دینا پسند نہیں کرتے ———" اس جواب نے اور چین میں کوٹو[1] کے رواج نے میکارٹنی کو ناکام و نامراد لوٹنے پر مجبور کر دیا۔

جب صنعتی انقلاب نے استعماریت اور نوآبادکاری کو مغربی ممالک کا جزء سیاست قرار دیدیا، چین کی دولت معدنیات اور زراعت اور قوم کی سیاسی و ذہنی پستی نے ان کی توجہ ادھر مبذول کرائی تو وہ ملک جو صدیوں سے علیحدگی پسند حکمت عملی پر رواں دواں تھا انگلستان فرانس، امریکہ، جرمنی، اطالیہ، بلجیم، روس اور جاپان کے حریصانہ عزائم کا آماجگاہ بنا۔ ہر ایک نے چین کے استحصال کے لیے مختلف ترکیبوں سے

---

[1] کوٹو کے معنے سجدے کے ہیں۔ جب بادشاہ کے سامنے کوئی شخص پیش ہوتا تھا تو اس کو تین مرتبہ سجدہ کرنا ضروری تھا۔

اپنا قدم آگے بڑھایا۔ کوئی ایک ہاتھ میں انجیل لیکر آیا اور دوسرا ایک ہاتھ میں افیون لیکر داخل ہوا ــــــــ اور چین میں داخل ہو کر اسقدر انتشار پیدا کر دیا کہ چین کی تقدیر میں اگر سن یات سین اور چیانگ کائی شیک نہ ہوتے تو یہ کہا نہیں جا سکتا کہ اس ملک کا کیا حشر ہوتا۔ ڈاکٹر سن اور مارشل چیانگ نے اس پسماندہ ملک کو وہ درجہ عطا کیا ہے کہ اتحادی اب چین کو اپنا حلیف اور رفیق قرار دیتے ہیں۔

ایسے ملک کی تاریخ جو اسلام، بدھ مت، جین مت اور عیسائیت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ اور ایک عرصہ دراز سے روحانیت کا گہوارہ رہا ہے۔ ہر سوچنے والے دماغ کو غور کرتی ہے کہ وہ ان تاریکیوں اور پردوں کو ہٹائے جو اس کی عظمت و معراج پر پڑے ہوئے ہیں تاکہ اسکی عظمت کا صحیح مقام متعین ہو سکے اور اس احیا سے درس لیا جائے جو ایک پسماندہ اور زوال پذیر ملک نے استبداد، جبر، مطلق العنانی اور غیر اقوام کے استحصال کے خلاف ہو کر پھر وہی اپنی سابقہ عظمت سے سلسلہ ملانے اور اسے برقرار رکھنے کے لیے انجام دیا ہیں

یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم چینی ساحروں، منجموں اور پھیری والے "عبداللہ" اور "جان" کے سوا کسی چینی سے کوئی ذہنی یا شخصی تعارف نہیں رکھتے۔ آج جنگ چین و جاپان نے اپنی تاریخ کے اعتبار سے اس ناآشنائی کو دور کرنا شروع کیا ہے مگر پھر بھی ایک بڑی اکثریت ناواقف ہے۔

چینی بڑے فن کار، حساس اور شعور دار ہیں۔ ریشم کی صنعت میں جو مصوری کے کمال انہوں نے بتلائے ہیں ان کا شمار

عجائبات عالم میں ہوتا ہے۔ ان کے بنائے ہوئے ظروف، دنیا کے عجائب خانوں میں ایک عجوبۂ روزگار بنکر دنیا کو متعجب کیے دیتے ہیں۔ انکی انفرادیت کا ایک ثبوت ان کی طرز تحریر سے ہمیں ملتا ہے۔ ساری دنیا دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں طرف لکھتی ہے مگر چینی اوپر سے نیچے یا نیچے سے اوپر لکھتے ہیں۔ ان کے پاس صوتی الفاظ نہیں ہیں بلکہ ان کے الفاظ علامات ہیں جن کے خاص خاص مفہوم ہیں۔ کہا یہ جاتا ہے کہ چینی ہی فن تحریر کے موجد ہیں اور ان کی یہ طرز تحریر موجودہ تحریر کی بنیاد ہے جس کا بعد میں ارتقاء ہوا۔

ان کے ادراک و شعور کی نفاست، حساسیت اور فن کارانہ صلاحیتوں کا ثبوت اقبالؒ کے ان شعروں سے خوب ظاہر ہوتا ہے کہ:۔

خودی بلند تھی اس خون گرفتہ چینی کی
کہا غریب نے جلاد سے دم تعزیر
ٹھہر ٹھہر کہ بہت دل کشا ہے یہ منظر
ذرا میں دیکھ تو لوں تابناکیٔ شمشیر

چینیوں کا ایک امتیازی وصف ان کے سروں کی چوٹیاں اور انکی عورتوں کے جکڑے ہوئے پیر ہیں۔ چوٹیوں کے رکھے جانے کے متعلق یہ روایت ہے کہ سر کے بال خاص باپ کے ہوتے ہیں اور یہ نسلاً بعد نسلاً چلتے رہتے ہیں۔ اس لیے اپنے اجداد کی یاد تازہ رکھنے کے لیے سر پہ چوٹیاں رکھی جاتی ہیں۔ عورتوں کے پیر جکڑے رکھنے کی یہ تاویل کی جاتی ہے کہ چینیوں کے تئیں عورتوں کی خوبصورتی کا یہ ایک جوہر ہے۔ بعض یہ بھی سمجھتے ہیں کہ چینی مردوں نے عورتوں کے پیر اس لیے جکڑنا شروع کر دیے کہ وہ کسی نامحرم کیساتھ

بھاگ نہ جائیں۔

چین اسلام اور بدھ مت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ کہتے ہیں کہ مشرقی ایشیا میں پہلی مسجد سرزمین چین ہی میں تعمیر ہوئی۔ اس باعظمت ہمسائے کی انفرادی خصوصیات اور اس کی معراج کی داستانیں تفصیل کی محتاج ہیں۔ آج وقت کا یہ تقاضا ہے کہ ہم چین کی سیاست، تہذیب وتمدن کا مطالعہ کریں جس طرح ازمنۂ قدیم میں چین نے تہذیب وتمدن کی تاسیس اور ارتقاء وبقاء میں پہل اور قیادت کی تھی، آج بھی یہ سہرا چین ہی کے سر ہے۔

فاشسٹ درندگی کے خلاف ابتداء میں کمزور چین ہی نے ہتھیار اٹھائے۔ چینی عوام بے شمار قربانیاں مادر وطن کی راہ میں دیتے ہوئے آزادی اور ترقی کی جانب جس سرعت سے آگے بڑھتے جا رہے ہیں وہ دنیا کی ہر محکوم اور پسماندہ ملک کے لیے عمل کا ایک خاموش مگر بولتا ہوا پیام ہے۔

جناب علی شبیر صاحب حاتمی اردو داں طبقے کے شکریے کے مستحق ہیں کہ وقت کی ایک شدید ضرورت اور ادب کی ایک نمایاں کمی کو اس کتاب کی اشاعت سے پورا کر رہے ہیں۔

جہاں تک مشاہیر کے انتخاب کا تعلق ہے میں بازپرس کے قابل ہوں چونکہ انتخاب میری اپنی رائے کے مطابق ہوا ہے۔ میں نے ہزاروں سال کی تاریخ میں بیسیوں مشاہیر میں سے ان زعمائے چین کو منتخب کیا ہے جو چین کے خالق اور معمار ہیں۔ کنفیوشس اور لیو ذے روحانیت کے اس دور کے پیشوا ہیں جب ساری دنیا اسی دور سے گذر رہی تھی۔ ان کا

شمار دنیا کے مشاہیر میں ہے۔ شی ہوانگ ٹی اور چیانگ لنگ چین کی سیاسی عظمت کے مسیحا ہیں۔ ملکۂ ڈاوبحر صرف ایک خاتون ہے جس نے چین پر حکمرانی کی۔ وہ مدبر تھی، سیاس تھی اور میدانِ جنگ کی فاتح تھی۔ اور وہ آخری یادگار تھی جس کے عہد میں چین کی شاہی دم توڑ رہی تھی۔ ڈاکٹر سن یات سین اور جزیسمو چیانگ کائی شیک چین کے نہیں دنیا کے مشاہیر ہیں۔ ان کی حیات سوتی ہوئی قوموں کے لیے بیداری کا نعرہ ہے، زوال پذیر قوموں کے لیے بیداری اور انقلاب کا ایک پیام ہے۔ ماؤزے تونگ چینی اشتمالی جماعت کا صدر ہے تاریخ عالم کا حیرت انگیز واقعہ "طویل مسافت" کی کامیابی، جو اشتمالی تحریک کے فروغ کی بنیاد بھی ہے، ماؤزے تونگ اور چوتھے کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ ماؤزے اور چوتھے انقلابی اور اشتمالی تحریک کے ناخدا ہیں۔ کسی سیاس نے ان کے متعلق کہا ہے کہ ماؤزے چین کا لینن اور چوتھے چین کا ٹروٹسکی ہے"۔ پستی سے نکل کر یہ دونوں محبانِ قوم جذبۂ حب الوطنی کے باعث افق پر درخشاں ہوئے اور سوئے ہوئے عوام کو جگایا انھیں متحد کیا اور آزادی کی جنگ میں شریک کیا۔

چین کے مشاہیر دنیائے اردو میں پہلی دفعہ متعارف ہو رہے ہیں۔ اس تعارف میں اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو معاف فرمائیے۔ چونکہ یہ میری اپنی کمزوریاں اور مجبوریاں ہیں جسے رفع کرنے کی پوری کوشش کے باوجود بھی شاید میں کامیاب نہ ہو سکا۔ میں اسے اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ مشرق کے

ممتاز ترین مشاہیر کے تذکرے سے نیم خفتہ ہندوستان کو بیدار کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

حیدرآباد)
اکتوبر ۱۹۴۳ء)

میر عابد علیخان

"کنفوشیس"

کنفوشیس دنیا کے اُن ممتاز مشاہیر میں سے ایک ہیں جنھیں رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔ وہ آج سے ڈھائی ہزار سال قبل چین میں پیدا ہوئے اور اپنی تعلیمات اور اپنے پیام سے دنیا کو اور بالخصوص چین کو ایسا درس دیا کہ آج بھی ان کی وہی عزت و توقیر برقرار ہے۔ کنفوشیس اُس عہد کے نمائندے ہیں جبکہ چین کا تمدن، چین کی تہذیب اور چین کی عظمت و معراج کا دنیا میں کوئی جواب نہ تھا۔ اور دنیا نے علم و ادب تہذیب و تمدن اور صنعت و حرفت میں چین ہی سے اکتساب اور فیضان حاصل کیا۔ چین کو ان بلندیوں پر لے جانے میں کنفوشیس کی ذات کو بڑا دخل حاصل ہے۔ چین کے قدیم راہنماؤں اور معلموں میں آج کنفوشیس ہی کی وہ ہستی ہے جس کا احترام بدستور قائم اور جن کی تعلیمات ہر چینی کا ورثہ ہیں۔

کنفوشیس کا اصلی نام کنگ فوزے تھا۔ لاطینی زبان میں کنگ فوزے تبدیل ہوکر کنفوشیس بنگیا۔ کنفوشیس کی پیدائش سے

متعلق بڑی دلچسپ روایات مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جب کنفوشیس پیدا ہو رہے تھے "نامعلوم مقامات سے موسیقی کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کنفوشیس کی ماں کے پاس پریاں آئیں۔ کمرے میں خوشبو مہک اٹھی۔ اور جب کنفوشیس پیدا ہوگئے تو ان کی ماں کو غیبی آوازیں سنائی دینے لگیں کہ "اس لڑکے کی پیدائش سے آسمان پر دھوم مچی ہوئی ہے۔ اسی خوشی میں آسمانی موسیقی اور شادیانے نغمیں سنائی دے رہے ہیں ——" بتلایا جاتا ہے کہ کنفوشیس کے جسم پر انچاس نشانات موجود تھے۔ ان نشانات کی ترتیب کچھ یوں تھی کہ جیسے چینی رسم الخط میں ایک عبارت کندہ ہوگئی ہو جس کا مطلب یہ تھا کہ "یہ شخص انسانی فلاح و بہبود کے لیے ایسے اصول و قوانین مرتب کریگا جس سے انسانوں کے سارے اختلافات ختم ہوجائینگے"۔ یہ بھی مشہور ہے کہ جہاں ان کی پیدائش ہوئی وہیں خود بخود ایک کنواں پیدا ہوگیا اور قریب ہی ایک تختی لٹکی ہوئی پائی گئی جس پر لکھا ہوا تھا کہ "یہ شخص بے تاج کا بادشاہ ہوگا" ان تمام روایات سے یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ کنفوشیس کی شخصیت کو ابتداء ہی سے برگزیدہ اور مقدس سمجھا جاتا تھا۔ انھیں آسمانی پیمبر خیال کیا جاتا تھا جو فلاح انسانی کے لیے زمین پر آیا ہوا ہے کنفوشیس کی تعلیمات اور داعیات نے اُن روایات میں صداقت بھی پیدا کردی۔ چونکہ ان کے پیام نے عوام کو صداقت کا راستہ بتلایا۔ اور گمراہی سے نجات دلانے کی کوشش کی۔

کنفوشیس کی نو بہنیں تھیں اور ایک اپاہج بھائی تھا

ان کے والد کو تندرست و صحیح الاعضاء لڑکے کی بڑی تمنا تھی۔ اسی خواہش کی تکمیل کے لیے ۵۵۱ ق م میں جبکہ ان کی عمر ستر برس کی تھی فرقہ این کی ایک لڑکی سے شادی کی۔ اس بیاہ کے ایک سال بعد کنفوشیس پیدا ہوئے۔ ان کے والد ریاست لُو کے باشندے تھے جو موجودہ صوبہ شانٹنگ کا ایک حصہ ہے۔ ان کا تعلق متمول خاندان سے تھا۔ وہ خود تعلقہ سُو کے اعلیٰ فوجی عہدہ دار تھے۔ اور اپنی شجاعت و جراءت سے ملک میں نام پیدا کر چکے تھے۔

کنفوشیس ابھی تیسرے سال ہی میں تھے کہ ان کے والد وفات پا گئے۔ والد کی موت سے ان کی طفولیت کا زمانہ بڑی مصیبتوں میں گذرا۔ خاندانی تمول اور اعزاز ان کی مصیبتوں کا کوئی علاج نہ کر سکا اور کنفوشیس کو پانچویں چھٹے سال ہی میں ایک ادنیٰ ملازمت قبول کرنا پڑا۔ مگر ان دقتوں کے باوجود کنفوشیس نے کوشش کی کہ تعلیم حاصل کریں۔ اور اپنے خیال و افکار کی تربیت کریں۔ چنانچہ انھیں چینی علوم و فنون پر بہت ہی جلد عبور حاصل ہو گیا اور چینی ادبیات عالیہ سے بھی دلچسپی پیدا ہو گئی۔ کنفوشیس کے اس علمی ذوق نے قوم کو یہ سمجھنے پر مجبور کر دیا کہ یہ بچہ چین کے مستقبل میں نئی زندگی کا بانی ہو گا۔

۵۳۱ ق م میں جبکہ کنفوشیس کی عمر ابھی انیس سال ہی کی تھی کہ ان کا بیاہ ہو گیا۔ اس موقع پر چینی رسوم و رواج کی بڑی سختی سے پابندی کی گئی تھی۔ اس رشتے سے کنفوشیس کے ایک لڑکا اور

Tsouai State Lun ... yen ...

دو لڑکیاں پیدا ہوئے۔

کنفوشئیس کی یہ خواہش تھی کہ وہ امورِ مملکت میں دخل دے ور نہ کوئی سرکاری ملازمت انجام دے۔ مگر ان کی مالی مشکلات نے انھیں مجبور کیا کہ وہ اپنے ارادوں کو تبدیل کریں۔ شادی کے کچھ ہی دنوں بعد انھیں ریاستِ سو کے گوداموں کا داروغہ بنا دیا گیا۔ ان کی کارکردگی اور صلاحیت کو دیکھکر حکومت نے سرکاری مویشیوں کی نگرانی اور باغات کی دیکھ بھال کے لیے مہتمم مقرر کیا۔ افلاس نے انھیں مجبور کر رکھا تھا کہ وہ ان خدمات کو قبول کریں۔ کنفوشئیس اگر چاہتے تو رشوت اور بد دیانتی سے اپنا افلاس و ادبار دور کر سکتے، جیسا کہ اُس زمانے میں تمام عہدداروں کا وطیرہ تھا۔ مگر انھیں یہ پسند نہ تھا۔ اسی لیے وہ بددیانتی سے محفوظ رہے اور آخری لمحے تک مفلس ہی رہے اور مفلس ہی مرے۔

کنفوشئیس کی زندگی میں بڑا تغیر ہوا جبکہ ۵۲۶ء ق م میں انکی والدہ رحلت کر گئیں۔ یہ موت ان کے لیے ایک ناقابلِ برداشت صدمہ تھی۔ اور اس کے باعث ان پر اتنا اثر ہوا کہ وہ چھ سال تک اپنی والدہ کا سوگ مناتے رہے۔ ان چھ سالوں میں کنفوشئیس نے نہ موسیقی سنی اور نہ کسی آلۂ موسیقی کو ہاتھ لگایا۔

۵۱۷ء ق م تک کنفوشئیس کے حالات کا کوئی ذکر ہمیں نہیں ملتا۔ کہا یہ جاتا ہے کہ اپنی والدہ کا سوگ منانے کے بعد انہوں نے تاریخ چین اور موسیقی پر تحقیق کی۔ ۵۱۷ء ق م میں ریاست لُو کے دو شہزادوں نے کنفوشئیس کو اپنی ریاست میں آنے کی دعوت دی۔ کنفوشئیس اس دعوت سے انکار نہ کر سکے اور ان کے ساتھ ہو لیے۔ یہاں

پر انھیں شاہی کتب خانوں کے استفادے کا موقعہ ملا اور تاریخ و موسیقی پر تحقیق میں کئی دن گذارے۔ انھیں موسیقی کا اتنا جنون تھا کہ وہ بیخود ہوجاتے تھے۔ انھیں اپنا اور دنیا و مافیہا کا کوئی خیال نہ رہتا تھا ان کا یہ ایقان تھا کہ" دنیا کے تمام نظامات میں جو توازن اور ہم آہنگی قائم ہے وہ موسیقی کے ذریعے ہی برقرار رہ سکتی ہے"۔

اِن دنوں کنفوشیس کے اردگرد شاگردوں اور پیروؤں کا ایک ہجوم تھا۔ ان میں سے اکثر نوجوان تھے جو کنفوشیس کی تعلیمات اور نیک کردار سے متاثر ہوکر ان سے فیضیاب ہونا چاہتے تھے۔ سقراط کی طرح، کنفوشیس کا مدعا نوجوانوں کو غلط راہ روی سے بچانا تھا کنفوشیس نے مادیت اور اخلاقیات کے رموز آشکار کیے۔ ان کی درسگاہ میں کُند ذہن نوجوانوں کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ" میں ہر مسئلے کے ایک چوتھائی حصے پر بحث کرونگا باقی تین چوتھائی کو طالب علم خود سوچیں اور حل کریں"۔ بائیس سال کی عمر ہی میں کنفوشیس، معلم اور راہنما سمجھے جارہے تھے۔

ریاست لو میں کنفوشیس کے قیام سے یہ سمجھا جارہا تھا کہ یہاں اُنھیں آرام اور سکون ملیگا مگر اسی سال ریاست میں ایک خطرناک بغاوت پھوٹ پڑی اور کنفوشیس کو اپنی جان بچانے کے لیے ریاست سے باہر چلے جانا پڑا۔ کنفوشیس نے ریاست چھوڑنے کے بعد مختلف ممالک کی سیاحت شروع کی۔ ان کے ہمراہ ان کے شاگرد اور پیرو بھی تھے۔ یہ اپنے پیروؤں کے ساتھ کوہِ تائے سے گذر رہے تھے کہ کچھ فاصلے پر ایک

Tai Mountains ؎

عورت کی گریہ وزاری سنائی دی۔ کنفوشیس نے اپنے ایک شاگرد کو حالات دریافت کرنے کے لیے روانہ کیا۔ معلوم ہوا کہ اسی مقام پر اس کے شوہر، شوہر کے باپ اور اس کے لڑکے کو شیر نے ہلاک کر ڈالا ہے۔ کنفوشیس نے اس عورت کو یہ جگہ چھوڑنے کہا تاکہ وہ خود شیر کے حملے سے محفوظ رہ سکے مگر اس عورت نے جواب دیا کہ "—— یہاں کی حکومت ظالم و جابر نہیں ہے ——" اس جملے نے کنفوشس کو بیحد متاثر کیا۔ کنفوشیس نے کہا کہ "—— اس دنیا میں انسان شیر سے بھی اتنا خوف نہیں کھاتا جتنا خوف کہ اسے ظالم اور جابر حکومت سے ہوتا ہے۔"

۵۱۷ھ سے ۴۹۸ھ ق۔م تک کنفوشیس نے چینی ادبیات عالیہ کی تحقیق و تدقیق میں وقت گذارا۔ ان دنوں سرکاری ملازمت سے بھی سبکدوشی حاصل کرلی تھی۔ کنفوشیس کی عالمانہ شخصیت نے ایک دنیا کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ اس فضیلت اور بزرگی کے باعث پیرؤں اور شاگردوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ حکومتیں بھی کنفوشیس کی قابلیت کا اعتراف کرتی ہوئی انکی خدمات سے مستفید ہونا چاہتی تھیں۔ چنانچہ ریاست چنگ[1] تو نے ۴۹۸ھ ق۔م میں منصفی کا عہدہ پیش کیا۔ کنفوشیس نے ذمہ داری سنبھالتے ہی اصلاح کرنی شروع کی۔ عوام کی اخلاقی حالت کو بہتر بنانے کے لیے قوانین مدون کیے۔ حکومت نے کنفوشیس کے ان کارناموں کو دیکھکر وزارت جرائم کے عہدے پر ترقی دی۔ کنفوشیس نے نئے عہدے کی عنان لینے کے فوراً

Cheng Tso [1]

ہی بعد انسدادِ جرائم کی مہم شروع کی۔ اور انھیں اپنے اس مقصد میں یہاں تک کامیابی ہوئی کہ ملک میں عیش و نشاط کی محفلیں اور ناؤ و نوش کی بزم سب اپنی گرمیٔ ہنگامہ کھو بیٹھیں۔ عشرت کا یوں فنا ہو جانا ایک نیے دور کی بنیاد ہوا۔ اس نیے دور میں ضبط و نظم کے لیے کنفوشیس نے قوانین بنا رکھے تھے کہ جن کے باعث ابتری پیدا نہ ہو سکی۔ آج بھی کنفوشیس کے بعض قوانین کا رواج ہے۔

ریاست چُنگ تو کا یہ معراج ہمسایہ ریاستوں کے لیے ایک عذاب تھا۔ چونکہ اس متوازن فضا کی بدولت تخریب کو اپنی وسعتیں بڑھانے کا کوئی امکان نہ تھا۔ اس کے علاوہ ہمسایہ ملک کے حیات بخش نظام کو دیکھکر ان ریاستوں کے عوام بھی اپنے یہاں ویسی ہی تقلید چاہتے تھے۔ اس تقلید کا رواج، ہنگامہ پسندوں کے لیے تباہ کن ہوتا تھا جس کو وہ چاہتے نہ تھے۔ اسی لیے ان ہمسایہ ریاستوں کے فرمانرواؤں نے چُنگ تو کے فرمانروا کے ہاں پری پیکر طوائفوں، خوش گلو مغنیاؤں، اور رشکِ ملائک مغلانیوں کا ایک تحفہ روانہ کیا تاکہ فرمانروا حسن کے اس جھرمٹ میں یوں محو ہو جائے کہ یہی اس کا فریضۂ حیات اور تقدیر بنے رہیں۔ ان فرمانرواؤں کا یہ تیر نشانے پر لگا اور چُنگ تو کا فرمانروا یوں محوِ عیش و نشاط ہو گیا کہ کنفوشیس کو ریاست چھوڑتے ہی بن پڑی۔

۴۸۲ ق۔م میں ان کے اکلوتے لڑکے کا انتقال ہو گیا ایک سال بعد ان کے عزیز تر شاگرد "ین ہوئی"[1] اور کچھ دنوں بعد ان کے

---

[1] Yen Hwui

دوسرے شاگرد ذی لُو نے انتقال کیا۔ یہ مسلسل صدمے کنفوشیس کے لیے سوہانِ روح بنے رہے۔ ذی لُو کی موت کے بعد کنفوشیس نے ایک خواب دیکھا کہ وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ اس خواب کی صحیح تعبیر کچھ ہی دنوں بعد نکلی۔ کنفوشیس کے آخری لمحات انتہائی المناک اور حسرت نصیب تھے۔ اس عظیم المرتبت فلسفی اور عرفانی نے اس دنیا کو تنہا اور بے یار و مددگار چھوڑا۔ ان کے قریب نہ آل و اولاد تھی نہ شاگرد و پیرو جو اس مرنے والے کا سوگ کر سکتے۔ مگر قوم نے اپنے اس ممتاز فرزند کے آخری رسومات بڑی شان سے ادا کیں۔ انکا عظیم الشان مقبرہ تیار کیا گیا جو آج چینیوں کا کعبہ سمجھا جاتا ہے۔ کنفوشیس کی تعلیمات اور داعیات پر لاکھوں چینی اعتقاد رکھتے ہیں۔ اپنے راہنما کی موت کے بعد وہ انہی تعلیمات کے پرستار و پابند رہے۔ اور کنفوشیس کو اپنا مہاتما قرار دیا۔

کنفوشیس ایک مذہبی راہنما یا درویش نہ تھے جو آسمانی یا ربانی پیام کے حامل ہونے کا دعوےٰ کرتے بلکہ ان کا مدعا نوعِ انسانی کی فلاح تھا جس کے لیے وہ اخلاقی قدروں کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ دیوتاؤں اور بتوں، ارواحِ نیک و بد اور مافوق الفطرت طاقتوں کے معتقد نہ تھے اور نہ انھوں نے ان سے کبھی مدد طلب کی۔ وہ جس عہد میں پیدا ہوئے اس عہد میں مذہب کی برتری اور اہمیت کا دور دورہ تھا مگر کنفوشیس ان سب سے ہٹ کر انسانی فلاح کا پیام دے گئے۔ انکا

ل Tze Lu

تفکّر جن گتھیوں کو سلجھانا چاہتا تھا وہ انسانی حیات، فطرت اور مرئی دنیا کے مسائل تھے۔ وہ اپنے دماغ کو یہ زحمت نہیں دینا چاہتے تھے کہ مرنے کے بعد روح کہاں جاتی ہے اور انسان کا کیا حال ہوتا ہے۔

کنفوشیس کسی مذہب و ملت کا پیام لیکر نہیں آئے۔ انھوں نے پیغمبری کا دعوٰی نہیں کیا۔ ان کا پیام یہی تھا کہ "—— اگر تم اپنے علم اور تجربے کو وسیع کرنا چاہتے ہو تو مطالعہ کرتے رہو۔ یہی مطالعہ کائنات کے سارے رموز و نکات کو سمجھا دیگا" ان کا یہ ایقان تھا کہ "جو اپنی ہستی اور ذات کو فراموش کرکے خدا اور اُس کے صفات کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے وہ نادان ہے وہ سراب کے پیچھے دوڑ رہا ہے جسے وہ مدت العمر تک پا نہ سکیگا"

کنفوشیس کی تعلیمات

چین کی اس نامور شخصیت نے جو ورثہ چھوڑا ہے وہ حیات انسانی کا ایسا درماں ہے جو اسے ہر خطرے سے بچائے رکھیگا۔ انسانیت کے اس پیغمبر نے یہ پیام دیا کہ اس کائنات کا ہر فرد "انسانِ بہتر"[1] ہوجائے۔ اس مقام پر پہنچنے کے لیے انھوں نے پانچ صفات کو جزو لاینفک قرار دیا۔ ان بلندیوں پر لے جانے والی صفات قدر ہمسایہ، عدل و انصاف، احساس حقوق و فرائض، شائستگیٔ اخلاق اور علم و صداقت ہیں۔ "انسانِ بہتر" انہی صفات کا حامل ہے جس کا یہ وصف ہے کہ وہ اپنی ہستی اور حقیقت کو نہیں بھولتا۔ وہ

---

[1] Superior Man

تنہائیوں میں بھی اپنے آپ سے قریب اور جماعت کا جزو ہے وہ آگے کی جانب بڑھتا ہے۔ اس مرد صالح کی زندگی کا یہی پیام تھا جسے اس نے اپنی عمر کھو کر دنیا کو دیا۔ کنفوشیس تعلیم کے بڑے حامی تھے۔ وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ "صحیح علم سے انسان اپنے آپ کو پا سکتا ہے۔ علم میں انسان کی روح پوشیدہ ہے۔ علم ہی درحقیقت نیکی اور صداقت ہے۔ علم صحیح حاصل ہونے کے بعد وہ کسی غلطی کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔" چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی کو 'علم' آجائے تو وہ دوسروں کی راہنمائی کرے ورنہ اس کا خاموش ہی رہنا بہتر ہے تاکہ اس کی لاعلمی کی وجہ سے دوسروں کو کہیں نقصان نہ پہنچے۔"

کنفوشیت اس راہنما کی زندگی کا ورثہ ہے۔ جو آج بھی چین میں اسی طرح محفوظ ہے۔ ان برتر انسانوں کے وجود سے وہ کامل حکومت چاہتے تھے جس کی اساس جمہوریت ہو۔ ان تعلیمات نے عوام کے قلب و نظر میں جو وسعتیں پیدا کیں اس کا ثبوت ان تعلیمات کا قبول ہونا اور زندہ و جاوید ہو جانا ہے۔

آج بھی جبکہ دنیا میں نازیت اور فسطائیت دنیا کی تخریب کے لیے بڑھے جا رہے ہیں۔ کنفوشیت چین میں قائم ہے اور اس کا وہی احترام برقرار ہے۔

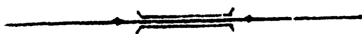
اس فلسفی عالم باعمل نے آخری ایام میں ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ اس کتاب کا نام "چن چیو کنگ[۱]" یا "بہار و خزاں"

---

۱ Chun - Chiu - King

ہے جس میں دو سو بیالیس سال کی تاریخ لکھی ہوئی ہے۔ چینی ادیب اور چینی عوام کے تئیں یہ ایک مقدس سرمایہ ہے۔ اس کتاب کے حافظ آج بھی موجود ہیں۔ کنفوشیس کی موت کے دو سو سال بعد خاندانِ سن کے ایک فرمانروا شی ہوانگ ٹی، جس کو "شہنشاہِ اول" کہا جاتا تھا، نے کنفوشیس کی تمام تصانیف کو نذرِ آتش کر دیا چونکہ وہ یہ چاہتا نہ تھا کہ اس کے عہد سے پیشتر کی کوئی تاریخ رہے۔ مگر اس کو اپنے اس مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ کنفوشیس کی تمام تصانیف و تعلیمات عوام کو حفظ تھیں۔ انھوں نے اس کو پھر زندگی بخشی اور آج تک وہ زندہ ہیں۔

چین کا یہ ممتاز فرزند بے کسی کے عالم میں اس جہان سے گذر گیا۔ سمجھا یہ گیا تھا کہ یہ موت قالب کے ساتھ اس کی روحِ حیات کو بھی ختم کر دیگی۔ مگر اس کے جاودان پیام نے ہر مخالفت کا مقابلہ کیا اور آج تک زندہ ہے۔ اور اپنے ساتھ اس راہنما کو بھی زندہ رکھے ہوئے ہے۔ آج بھی چین اور ساری دنیا میں قبل مسیح کے اس راہنما کی توقیر و تکریم میں کوئی کمی نہ آئی۔



لیونے

کنفوشیس کے ساتھ جس شخص نے اپنے کارناموں سے
اپنا نام و مقام پیدا کیا وہ لیو زے ہے۔ لیو زے کنفوشیس کا ہمعصر ہے
ان دونوں کی راہیں بالکل جدا جدا تھیں۔ دونوں کا شعور نوع انسانی کی
فلاح و بہبود اور ان کی خدمت گذاری تھا۔ اسی نصب العین کو لے کر
دونوں اُٹھے، آگے بڑھے اور اتنی دور چلے گئے کہ ان دونوں میں صرف
مقام و مکان کا امتیاز ہی نہ تھا بلکہ تفکر اور شعور بھی مختلف و جدا جدا تھے۔

چینی زبان میں لیو زے کبر سن، ضعیف یا بوڑھے کو
کہتے ہیں۔ لیو زے کے متعلق کہا یہ جاتا ہے کہ وہ باسٹھ سال کی عمر میں
پیدا ہوا۔ اور جب یہ پیدا ہوا تھا، ضعیفی کی وجہ سے سر کے بال سفید
اور کمر خم ہو چکی تھی۔ اکثر وقائع نگاروں کا یہ کہنا ہے کہ لیو زے بہتر یا
اکاسی سال کی عمر میں اس دنیا میں آیا۔ سالوں کے اس الٹ پھیر سے
قطع نظر سب اس پر ضرور متفق ہیں کہ وہ عالمِ ضعیفی ہی میں پیدا ہوا۔

لیو زے ۶۰۴ ق، م میں ریاست چن میں، جس کو آجکل
صوبہ ہونان کہا جاتا ہے پیدا ہوا۔ ابتدائے عمر ہی سے لیو زے کو علم کا شوق

تھا۔ اسی لیے لیوذے نے معلموں اور مکتبوں سے استفادہ کیا۔ خداداد ذہانت اور شوق کی بدولت وہ بہت جلد ایک عالم بن گیا۔ اور اس کی فضیلت نے اس کے اطراف طالب علموں اور شاگردوں کا ایک ہجوم جمع کرلیا۔ اس کی قابلیت کی وجہ سے اس کو کتب خانہ شاہی کا مہتمم بھی مقرر کیا گیا۔

لیوذے کا نام، اس کی تعلیمات اور فلسفہ کی بدولت زندہ ہے۔ اس کی تعلیمات نے آگے چلکر ایک مذہب کی شکل اختیار کرلی۔ چینی عوام اس کو ٹیوآزم[1] یا لیوذیت مذہب کا بانی قرار دیتے ہیں۔ اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے فلسفے پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس فلسفے کا مفصل ذکر اس کی اپنی تصنیف "ٹیو۔ ٹی۔ کنگ"[2] میں ہے۔ جو دو حصوں اور چھیاسی ابواب میں منقسم ہے۔

لیوذے کی تعلیمات

انسان کی کامیاب زندگی کا انحصار اور راہِ نجات اسی میں مضمر ہے کہ وہ دنیا کو چھوڑ دے۔ اپنی فطرت سے دنیوی امور کو خارج کرلے۔ اس کی برتری، تقدس اور عظمت کا ذریعہ یہی ہے کہ وہ دنیا سے کوئی مادی رشتہ و ناتہ نہ رکھے۔

اس دور میں جبکہ کنفوشیس اور لیوذے نوع انسانی کے لیے امن اور نجات کے یہ پیامات دے رہے تھے سارے چین میں طوائف الملوکی اور انتشار کا دور دورہ تھا۔ کئی ریاستیں آپس میں دست و گریباں ہو رہی تھیں۔ شاہی کے مظالم نے عوام کو بدحال بنا رکھا تھا۔ اس پر اضافہ ایک قیامت خیز طوفان سے ہوا کہ جس کے بے پناہ سیلاب نے لاکھوں

---

[1] Taoism

[2] Tao - Te - King

عوام کو خانماں برباد کردیا۔ ان مختلف قیامتوں نے عوام کو یہ سمجھنے پر مجبور کردیا کہ ان بربادیوں میں فطرت یا کوئی غیبی طاقت کارفرما ہے۔ ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے لیوزے نے ترک دنیا کو ترجیح دی۔

چینی عوام کی ایک بڑی تعداد بھی غیر مرئی قوتوں کی قائل تھی۔ ان کے تئیں جن، بھوت اور بدارواح، انسانی تقدیر کے قادر تھے۔ وہ اِن غیر انسانی ہستیوں کو ان مصیبتوں کا خالق سمجھتے تھے انھیں منانے کے لیے وہ ہر قسم کی قربانی دیتے تھے۔ وہ ان کی اَن دیکھی قوت کے قائل اور پرستار تھے۔ لیوزے نے اسی گروہ کی ترجمانی اور راہنمائی کی۔ اور روحانیت یا تصور پرستی کی بنیادوں پر اپنے فلسفے کو آگے بڑھایا۔

لیوزے کے فلسفے کی بنیاد یہ ہے کہ انسان کا ظاہر و باطن دو شقوں میں منقسم ہے جنھیں "یانگ" اور "ین" کہا جاتا ہے۔ یانگ مذکر، خلقی، اور مثبت خصوصیات کا حامل ہے اور ین مونث منفی اور اکتسابی خصوصیات رکھتا ہے۔ یانگ کو پروالے سانپ اور ین کو شیر سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ جب ان دونوں میں ہم آہنگی اور ارتباط رہتا ہے تو دنیا میں امن اور شانتی کا دور دورہ رہتا ہے۔ ہم آہنگی اور یکسانیت کے یہ عناصر لیوزے کے خیال کے بموجب مٹی، دھات، لکڑی، آگ اور پانی میں بھی موجود ہیں۔ جب ان دونوں میں آہنگی اور ارتباط مفقود ہو جاتا ہے تو دنیا آلام اور

Dragon سے Yin کے Yang سے

مصائب کا شکار ہو جاتی ہے۔ زلزلے آندھیاں، طوفان، جنگ اور قتل و غارتگری اس کے جلو میں چلے آتے ہیں۔

لیوزے نے اس فلسفے کا اطلاق انسان پر بھی کیا کہ "وہی شخص کامیاب رہتا ہے جس کے ظاہر اور باطن میں یانگ اور ین جیسی ہم آہنگی ہو ــــ" اس فلسفے کی تشریح میں اس نے اپنا سارا وقت اور زورِ بیان صرف کر دیا۔

لیوزے کا فلسفہ کسی ٹھوس اور مضبوط بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ اس کا تفکر اور اس کا فلسفہ جب کمزور پڑ جاتا ہے اور جب وہ کوئی جواب نہیں پاتا تو وہ ذو معنیٰ مقولوں کی آڑ لیکر آگے بڑھتا ہے۔ اس سہارے پر وہ شکوک اور شبہات کو ختم کرنا چاہتا ہے جب لیوزے کی فراست و عقل کسی گرہ کو سلجھا نہ سکتی تو لیوزے یہ کہکر خاموش ہو جاتا اور اپنے معترضین کو بھی خاموش کر دیتا کہ "ٹیو عظیم اسی طرح عمل کرتا ہے"۔ اب یہ ٹیو عظیم یا تو کوئی برتر ہستی ہے جسے خدا کہہ سکتے ہیں یا پھر اس کی اپنی ذات ہے جو تجلی یا ندائے غیب پاکر انسانی کاروان کو حکم سنا رہی ہو۔ لیوزے ناقابل فہم مسائل کو ٹیو کے سپرد کر کے خاموش رہتا اور شبہات کو برقرار ہی رکھتا ہے۔

لیوزے نے "انسان برتر" کا فلسفہ بھی پیش کیا ہے۔ اس نے انسان برتر کے لیے یہ ضروری سمجھا کہ "وہی شخص انسان برتر ہوگا جو عاقل ہو چونکہ وہ تصنع اور ظاہریت سے بے نیاز رہیگا۔ اسکی

It is the way of the great Tao!

استغنائی اس میں روشنی پیدا کریگی اور انکسار و شفقت اس کا کردار ہوگا۔
لیوزے ایک مصلح اور فلسفی سے زیادہ خیالی یا تصور پرست تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ عوام کنفوشیس کے پیام پر بہت زیادہ معتقد ہیں اور اس کی داعیات اور تعلیمات سے متاثر ہیں تو وہ اپنی ناکامی پر متاسف ہوتا ہوا اپنا وطن چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔ وہ یہ جانتا نہ تھا کہ اس کی آواز یوں گم ہو جائیگی۔
لیوزے کے فلسفے کی بنیاد ماورائی تھی۔ وہ اس دنیا سے جس میں وہ رہتا تھا کوئی تعلق نہ رکھنا چاہتا تھا۔ وہ ترک دنیا اور تیاگ کو فلاح و بہبود کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ کنفوشیس اخلاقی فلسفے کا حامی تھا۔ وہ اخلاقی اور معاشرتی زندگی کی استواری کے لیے ایک نصب العین پیش کر رہا تھا۔ اسی لیے اس کے فلسفے میں ہم آہنگی اور توازن پایا جاتا تھا۔ جس کے باعث اس کے پیام کو وسیع طریقے پر قبول کیا گیا۔
لیوزے ایک مایوس اور ناکام شخص کی طرح اس دنیا سے رخصت ہوا۔ یہ نہیں دریافت کیا جا سکا کہ اس کی گمنامی کے پورے دن کس مقام پر اور کب ختم ہوئے۔ مگر اس ناکام اور نامراد فلسفی کو پانچ صدی بعد اس کے عقیدتمندوں نے پھر زندہ کیا۔ اور اس کے فلسفے کو مذہب کی حیثیت دی گئی۔ چین کے خاص تین مذاہب کنفوشیس کا مذہب، لیوزیت اور بدھ مت ہیں۔ ان میں لیوزیت اسی فلسفی کی یادگار ہے۔ جب پہلی صدی عیسوی میں چین میں بدھ مت پھیلا اور اس کے پیروؤں نے اپنے تبلیغ گھر اور مناذر تعمیر کیے تو لیوزیت کے حامیوں اور پیروؤں نے بھی معابد و مناذر بنانے اور اس مذہب

کو منظم کیا۔

چینی فلسفے میں کنفوشیس اور لیوزے کے بعد سے کوئی خاص اور نمایاں تغیر نہیں ہوا بلکہ بعد کے مفکر اور فلسفیوں نے اسی فلسفے کی تشریح یا ترمیم کی ہے۔ کوئی نیا خیال یا نئے زاویے پیش نہیں ہوئے۔ مثلاً لیوزے کا فلسفۂ ارواح یا بھوت و جن، آج جدید چین میں لیوزے کا فلسفۂ کثیر خدائی کہا جاتا ہے۔ اور اسی کی تشریح و توضیح اس کے بعد کے فلسفیوں نے کی ہے۔

چین کا یہ خیالی فلسفی کہاں ابدی نیند سو رہا ہے، یہ اس کی گمنامی اور تارک الوطنی کے باعث معلوم نہ ہوسکا۔ مگر اس کا فلسفہ اس کی موت کے بعد بھی زندہ ہے اور آج بھی اس فلسفی کے تفکر کو چین میں وہی اہمیت حاصل ہے۔ جس کا وہ آرزومند تھا۔ کنفوشیس اور لیوزے کے تفکر نے چین کی ذہنی حیات کی تعمیر میں وہی کام کیا ہے جیسے سقراط، ارسطو اور افلاطون نے یونان میں انجام دیا۔



"شی ہوانگ ٹی"

(شہنشاہِ اوّل)

چین کے وسیع اور عریض رقبے میں کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں، جو مختلف حکمرانوں کے زیر اقتدار اپنی اپنی روایات پر پابند تھیں۔ چینیوں کی یہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں نسل، رنگ، مذہب و زبان کی ہم آہنگی کے باوجود سیاسی اختلافات رکھتی تھیں۔ ان اختلافات کے باعث ان میں آئے دن لڑائیاں اور ہنگامے ہوتے رہتے تھے۔ چین کا سیاسی اتحاد ہی ان ہنگاموں اور خلفشار کو ختم کرسکتا تھا۔ ان قصوں کو ختم کرنے والا اور متحدہ چین کی بنیاد رکھنے والا شی ہوانگ ٹی ہے جس نے ان تمام ریاستوں کو فتح کیا اور ایک مرکزی اقتدار کے تحت انھیں منظم کیا۔

شی ہوانگ ٹی ۲۵۹ ق م میں پیدا ہوا۔ اس کا تعلق خاندانِ شاہی سے تھا۔ اس کے دادا نے صرف تین دن کی حکمرانی ہی کی تھی کہ اس کا انتقال ہوگیا۔ جس کے بعد شی ہوانگ ٹی کے والد نے تخت حاصل کیا۔ مگر تین سال کی حکمرانی کے بعد وہ بھی رحلت کرگیا شی ہوانگ ٹی اپنے والد کی موت کے وقت بہت کم سن تھا۔ اس کے

دوسرے رشتے دار یہ چاہتے تھے کہ خود تخت نشین ہو جائیں ۔شی ہوانگ ٹی کی عمر اسوقت تیرہ سال ہی تھی ۔ مگر وہ انتہائی ذہین اور بہت دلیر تھا ۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے والد کے بعد وہی جانشین ہو جائے ۔ اس کی اس سعی میں رشتہ داروں کی کچھ نہ چلی اور وہ تخت نشین ہو گیا ۔

ریاست چن کا یہ فرمانروا، سارے چین کا پہلا شہنشاہ ہے جس نے ایک وسیع تر شہنشاہیت قائم کی! اور متحدہ چین کی بنیاد رکھی ۔شی ہوانگ ٹی نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنی فوجی طاقت میں اضافہ کیا اور ہمسایہ ریاستوں کو فتح کرنا شروع کیا ۔ ہمسایہ حکمرانوں میں خاندانِ چاؤ بہت نامور اور ممتاز تھا ۔ شی ہوانگ ٹی نے اس کو بھی فتح کر لیا ۔ اس عظیم متحدہ ریاست کو اس نے سات صوبوں میں منقسم کر کے اپنے زیر اقتدار رکھا ۔ اس مہتم بالشان کامیابی نے اس کے لیے فتوحات کا ایک راستہ پیدا کر دیا اور وہ کئی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو فتح کر کے ان کو اپنی شہنشاہیت میں ضم کر لیا ۔ اسوقت اس کی عمر صرف سولہ سال ہی کی تھی اور شجاعت کا یہ عالم تھا ۔ اس کی جہانبانی اور تسخیر سے سارے چین میں اضطراب بپا تھا ۔ بعض طاقتور مملکتیں بغاوت اور شورش کی کوشش کر رہے تھے ۔ شی ہوانگ ٹی کو جب ان کے ارادوں کا علم ہوا تو اس نے اپنی ریاست کو چھتیس ضلعوں[1] میں تقسیم کر دیا ۔ تاکہ نظم و نسق میں سہولت ہو اور معمولی سی سرکشی کا بھی فوری علم اور سد باب ہو سکے ۔

---

[1] Prefectures

ان فتوحات کے بعد شی ہوانگ ٹی نے ان ریاستوں کو متحد کرنا شروع کیا۔ ضبط و نظم کے لیے آئین بنائے۔ مختلف سیاسی اقتدارات کو ختم کرکے ان کو ایک مرکز پر لایا۔ اور اس طرح کئی ریاستوں میں بٹے ہوئے ملک کو ایک وحدت بنایا۔ متحدہ چین کا یہ خالق نہ صرف ایک فاتح تھا کہ جس کا شوق جہانبانی ایک سیلاب یا طوفان کی طرح اٹھا اور پھر پُرسکون ہوگیا بلکہ وہ ایک مدبر اور سیاس بھی تھا جس نے مفتوحہ علاقوں کو برقرار رکھنے کی سعی کی۔ اس کی سلطنت شمال اور جنوب میں کوریا سے خط استوا تک اور مشرقی کوریا سے مغرب میں صوبہ سنکشی اور صوبہ ذی شیوان[1] تک پھیلی ہوئی تھی۔ ۲۲۱ ق،م میں شی ہوانگ ٹی تمام ریاستوں کا شہنشاہ ہوگیا تھا۔

فتوحات کے اس دور کے اختتام پر اس نے اصلاح کی جانب بھی توجہ کی۔ دارالسلطنت میں جابجا سونے اور کانسے کے قدآدم مجسمے استادہ کروائے تاکہ عوام اس کے اقتدار سے مرعوب رہیں اور سرکشی کی جراءت نہ کریں۔ مگر شی ہوانگ ٹی کی یہ سعی کارگر نہ ہوسکی چونکہ عوام اس اسراف اور فضول خرچی کو پسند نہ کرسکے۔ ان کے نمائندوں نے کنفوشئیس اور لیوزے کی تعلیمات سے مثالیں دیں اور ان کو اسراف قرار دیا۔ شی ہوانگ ٹی ان اعتراضات کو برداشت نہ کرسکا اور یہ عہد کرلیا کہ عہدِ قدیم کی کوئی تاریخ، کوئی تذکرہ اور قدیم کتابیں موجود ہی نہ رہیں۔ تاکہ عوام گذشتہ کے متعلق نہ کچھ جان سکیں اور نہ حال پر تنقید

---

[1] Szechewan

کر سکیں۔ اسی لیے اس نے کئی کتب خانوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ انفرادی طور پر جہاں بھی کتب ملے وہ سب برباد کر دیے گئے۔ اس کا یہ بھی خیال تھا کہ چین کی تاریخ اُسی کے عہد سے شروع ہو۔ اور اس کے پیشتر کا کوئی تذکرہ نہ رہے۔ اسی لیے اس نے شی ہوانگ ٹی (بمعنیٰ شہنشاہوں) کا لقب اختیار کر لیا۔ چین کے عالم، مورخ اور وقائع نگاروں نے اس کی حرکت پر جب اعتراض کیا تو وہ زندہ جلا دیے گئے۔ اس نے کہا کہ "چین کی تاریخ کا آغاز مجھ ہی سے ہوگا......." وہ کتابیں جو طب، نجوم، جوتش اور زراعت سے متعلق تھیں شہنشاہ نے ان کے رکھنے کی اجازت دی۔ بقیہ کتابیں جلا دی گئیں۔ مگر بعض کتابیں چوری سے محفوظ رکھ لی گئیں جن کی بدولت اس سے پیشتر کے حالات کا ہمیں علم ہوتا ہے۔

شی ہوانگ ٹی نے ایک عظیم الشان قصر تعمیر کروایا جس کا جواب روئے زمین پر ایک عرصے تک نہ تھا۔ تمام دروازوں پر ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ سنہری اور نقرئی کام، چھتوں پر جا بجا کیا ہوا تھا۔ آج بھی اس قصر کی بعض منہدم دیواریں موجود ہیں۔

شی ہوانگ ٹی نے ایک خواب دیکھا کہ کسی بیرونی ملک کا ایک باشندہ اس کی سلطنت میں داخل ہونا چاہتا ہے اور نیزہ لگا رہا ہے۔ اس کا قد ساٹھ فٹ تھا اور پیر دو دو گز لانبے تھے۔ اس خواب نے اس کو پریشان کر دیا۔ اس نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ غیر ممالک کے باشندے اس کی سلطنت پر قبضہ چاہتے ہیں۔ چنانچہ اسے دیوارِ عظیم کی تعمیر کا خیال پیدا ہوا تاکہ ان حملوں اور اندیشوں سے نجات ملے۔ چنانچہ رات دن تعمیر کراتے ہوئے تین سال کے

عرصے میں دیوارِ چین تیار ہوئی۔ اس کو چینی زبان میں "وان لی چانگ چنگ" (Wan Lichang Cheng) کہتے ہیں۔ یہ دیوار دس ہزار میل لانبی ہے اور اتنی چوڑی ہے کہ اس پر تین گھوڑے وقت واحد میں دوڑائے جاسکتے ہیں۔ دو دو میل کے فاصلے پر اس دیوار میں چھوٹے چھوٹے قلعے بنائے گئے ہیں تاکہ ان میں فوجیں متعین رہ سکیں۔ جان گنتھر نے کہا ہے کہ دنیا کی تمام تعمیرات میں یہی دیوار ایک ایسی ہے۔ جو مریخ سے نظر آتی ہے۔ آج اس دیوار کا شمار ہفت عجائبات عالم میں ہے۔

شی ہوانگ ٹی کا ایک اور اہم کارنامہ شاہی مُہر کی ایجاد ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ دوسرے ممالک میں مہر کا رواج چین کی تقلید ہے۔ اس مُہر پر مچھلیوں اور چڑیوں کی تصویر تھی۔

شی ہوانگ ٹی کی زندگی ایک مسلسل عمل تھی۔ جو صرف رواں دواں رہی اور سکوت وثبات کا منھ نہ دیکھا۔ پے در پے فتوحات اصلاحات اور پھر عیش پرستی نے اس کو بہت جلد ضعیف بنا دیا۔ پندرہ سال کی فرمانروائی میں وہ بوڑھا ہوگیا اور انتہائی ناتوان اور کمزور ہوتا چلا گیا۔

شہنشاہ اول کا بڑا کارنامہ صرف متحدہ چین کی تشکیل ہے اس نے اس مقصد کے لیے ہر ریاست کی انفرادی روایات اور رسومات کو بھی ختم کروایا تاکہ ان میں ہم آہنگی پیدا ہو سکے اور صحیح معنوں میں چین متحدہ ہو سکے۔ تجارت کو فروغ دینے اور ریاستوں میں میل جول اور تعلقات پیدا کرنے کے لیے کئی سڑکیں بنائیں اور بعض سواریاں بھی ایجاد

کرائیں۔ قبل مسیح کے اس عہد میں ایک سڑک چھ سو میل لانبی تھی جو شی ہوانگ ٹی کے عظیم ارادوں کو آشکار کرتی ہے۔

۲۰۶ ق م میں اس شہنشاہ نے وفات پائی۔ مورخین نے اس کے عہد کو تاریک بتلانے کی سعی کی ہے۔ مورخین کے اس طرز عمل کی بنیاد شی ہوانگ ٹی کی ادب و کتب دشمنی قرار دیجاتی ہے۔

تاریخ چین میں شی ہوانگ ٹی وہ پہلا فرمانروا ہے جس کا سیاسی اقتدار اہمیت رکھتا ہے۔ جس نے کوشش کی کہ چین متحد اور ایک ہو جائے۔ آج اس کی یہ کوشش حافظہ سے نکل گئی ہے اور صرف اس کی بنائی ہوئی دیوار موجود ہے جس کے تذکرے کے ساتھ ہی اس شہنشاہ کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے۔



”جائن لنگ“

چائن لنگ کی حیات ایک فاضل ادیب اور عالم کی داستان ہے جو شہنشاہ ہوتے ہی دنیا کا نامور ترین جرنیل بھی بنا۔ وہ چین کے عظمت اور معراج کی آخری یادگار ہے' اس کے عہد میں چین آزادی اور اقتدار کا ممتاز مظہر تھا۔ اس کی موت کے بعد شاہی کو ایسا زوال آیا کہ چند برسوں کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی اور جمہوریت کو جنم دیا۔ چائن لنگ ایک ادیب' آرٹسٹ' جرنیل' مدبر' سیاس اور سچا محب الوطن تھا۔ مگر ابتدا میں وہ صرف ایک ادیب تھا بعد میں حوادث و اتفاقات نے اس کو سب کچھ بنا دیا۔

مانچو خاندان کے بانی شن چی نے چین میں ایک نیے دور کا آغاز کیا۔ اس نے منگ خاندان کو شکست دیکر اپنی شاہی کی بنیاد رکھی۔ ابتدائی تین فرمانرواؤں نے بڑے سطوت و جلال سے فرمانروائی کی اور ملک کی فلاح و ارتقاء کے بہت سارے کام انجام دیے۔ ان سب میں ممتاز اور بلند چائن لنگ ہی کا دورِ حکومت تھا۔

چائن لنگ' شہنشاہ ینگ چنگ کا ولیعہد تھا جو حرم کے

ایک خواص کی بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اس کی ابتدائی زندگی مطالعہ اور تحقیق میں گذری۔ اس کو امورِ سیاست سے کوئی دلچسپی نہ تھی وہ حکومت کے نظم و نسق کی جانب مطلق توجہ نہیں کرتا تھا۔ اس کے علمی شوق اور فضیلت نے اس کو دور دور تک مشہور کر رکھا تھا۔ وہ تصنیف، تالیف یا تحقیق میں اسقدر محو تھا کہ عوام کی کسی حالت کا اس کو علم نہ تھا۔ جب اس کے باپ کا انتقال ہوا ہے اس کی عمر پچیس سال تھی۔ امرائے حکومت نے چائن لنگ کو مجبور کیا کہ وہ امورِ سلطنت کی ذمہ داریاں سنبھالے۔ چائن لنگ نے جواب دیا کہ "—— کسی ملک کی حکمرانی بڑی ذمہ داریوں کا کام ہے۔ جو اعلیٰ روایات ہمارے اسلاف نے قائم کی ہیں انھیں ایک آن کے ساتھ لیکر آگے بڑھنا ہے تاکہ ملک اور ترقی کر سکے۔ عوام کے حقوق کی حفاظت اور بیرونی اقوام کے حملوں سے مادرِ وطن کا تحفظ ایسی ذمہ داریاں ہیں جسے میں شاید اچھی طرح انجام نہ دے سکوں ——" چائن لنگ کا یہ جواب وزرائے سلطنت کو اسقدر پسند آیا کہ وہ اسی کی تخت نشینی اور فرمانروائی چاہنے لگے۔ انھیں معلوم تھا کہ تخت و تاج کے حصول کے لیے دوسرے کشت و خون تک کر جاتے ہیں مگر چائن لنگ کی بے نیازی کا عالم یہ ہے کہ وہ ولیعہد ہونے کے باوجود انکار کرتا ہے! اور حکمرانی کے فرائض کا بڑا شدید احساس رکھتا ہے۔ انہی خصوصیات کے باعث وزراء نے چائن لنگ کو مجبور کیا کہ وہ تخت و تاج کی ذمہ داریاں سنبھال لے۔ چنانچہ چائن لنگ کے لیے اس متحدہ اصرار کو قبول کرنا ہی پڑا اور وہ ۱۷۳۵ء میں تخت نشین ہوا۔ تاجپوشی کے بعد اس نے چار اتالیق مقرر کیے جو اسے امورِ سیاست سے واقف کراتے تھے۔

اس کے عہد کا پہلا اہم واقعہ یورپ کے مذہبی مبلغین اور

چینیوں کی باہمی کشمکش ہے یہ علیحدگی پسند چینی یہ چاہتے نہ تھے کہ عیسائیت اور دوسرے مذاہب کے داعی چین میں آکر اپنے اپنے مذاہب کا پرچار کریں اور چینی مذہب اور ان کی انفرادیت کو ٹھیس پہنچائیں۔ چائن لنگ کے دادا کے زمانے سے یہ نفرت انگیز اور کشیدہ جذبات پرورش پا رہے تھے اس طویل عرصے میں یورپ کی مشنریز اپنے اثرات کو وسیع اور ہمہ گیر بنا رہے تھے۔ چائن لنگ نے امتناعی احکامات نافذ کر دیے کہ غیر مذاہب کی تبلیغ فوراً ختم کر دی جائے مگر یہ مبلغین جو تبلیغ کے سوا ایک سیاسی مقصد بھی لے آئے تھے ان پابندیوں کو گوارا نہ کر سکتے تھے چنانچہ انھوں نے اپنا کام جاری رکھا۔ جس پر چائن لنگ برہم ہو کر انھیں سخت ترین سزائیں دلوائیں یہ کشمکش اسوقت شدید ترین ہو گئی جب جزائر فلپائن کے چینی باشندوں کو ہسپانوی باشندوں نے ان کے عیسائیت قبول نہ کرنے پر سخت سزائیں دیں اس سزا کا انتقام چین میں لیا گیا تمام ہسپانوی تبلیغ گھر جو چین میں تعمیر کیے گئے تھے انھیں مسمار کر دیا گیا اور ہسپانوی مبلغین کو چُن چُن کر قتل کیا گیا یہ تمام کارروائیاں خود شہنشاہ کے حکم سے کی گئیں۔

اس ہنگامے کے بعد ۱۷۵۱ء میں چائن لنگ کی ملکہ اور ولیعہد نے انتقال کیا ان دونوں کی موت بادشاہ کے لیے ایک ایسا صدمہ تھی جس کے غم سے وہ بہت دنوں تک رنجور و ملول رہا۔ اپنے پایۂ تخت کو چھوڑ کر جیہول کے علاقے میں مقیم ہو گیا جو کہ شمالی چین کا ایک فرحت بخش مقام ہے۔

وسط ایشیا کے جنگجو سردار، چین کی آزادی اور امن کے لیے ایک مستقل خطرہ تھے۔ چین کی سیاست میں جب کبھی وہ انحطاط دیکھتے

چین پر حملہ کر دیتے۔ چائن لنگ نے اس خطرے کو پوری طرح محسوس کیا، اور یہ طے کیا کہ چین کے مستقبل کو اس خطرے کے ارتفاع سے امن کی ایک ضمانت دلائی جائے۔ چنانچہ اُس نے کثیر تربیت یافتہ فوج تیار کی اور مناسب موقعے کا متلاشی رہا۔ وقت کا یہ انتظار اس لیے کیا جا رہا تھا کہ وسط ایشیا بدامنی، قتل، و غارتگری کا ایک خونیں مرکز تھا۔ اس سے پیشتر شاہانِ چین کی یہ جرأت نہ تھی کہ وہ اس باروت خانے میں چنگاری پھینکیں۔ چائن لنگ نے موافق موسم میں مناسب حالات کے ساتھ ایک کثیر فوج لیکر ان پر حملہ کر دیا اور انھیں شکست فاش دی۔ وسط ایشیا کے تمام سرغنہ قبائل زیر کر لیے گئے۔ چائن لنگ کی اس مہم نے ملک کو امن اور آزادی کا ایک موقعہ دیا اور ان باغیوں کی سرکوبی کیا جو آئے دن فتنہ و شورش مچا رکھتے تھے۔ وسطِ ایشیا کے اس تسخیر کی تحریک بڑی دلچسپ ہے۔ خاشگر ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ یہاں پر تخت نشینی کے لیے شاہی خاندان میں نزاعات چلے آ رہے تھے اس قضیے میں دیواستی[1] کو ایک امیر امرسینا کی مدد سے تخت حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی۔ امرسینا کی حیثیت ایک بادشاہ گر کی تھی وہ جسکو چاہتا تخت نشین کرتا۔ بعد میں اسکو خود فرمانروائی کی حرص ہوئی اور اس نے دیواستی کو شکست دیکر اپنی شاہی کا آغاز کر دیا۔ دیواستی نے بھی اس شکست کا انتقام لینا چاہا۔ چند امیروں کی مدد سے اُس نے ایک فوج تیار کر لی اور امرسینا پر حملہ کر کے شکست دیا۔ امرسینا فرار ہوکر چائن لنگ کے دربار میں آیا اور خراج و باجگذاری کے وعدوں کے ساتھ اعانت و امداد چاہی۔ چائن لنگ نے امرسینا سے وسط ایشیا کے تمام حالات معلوم

[1] Devaatsi

کر لیے! امر سینا کی آمد اور وسطی ایشیا کے حالات سے واقفیت دراصل وسطِ ایشیا کے مہم کی ذمہ دار ہے۔ چائن لنگ نے امر سینا کی فوجی مدد کی اور دیوا ستی کو شکست دیکر اسکو تخت نشین کرایا۔ امر سینا تخت نشین ہونیکے تھوڑے ہی دنوں بعد اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور چائن لنگ کے اقتدار سے منحرف ہو گیا نیز اس چینی فوج کو جو خاشگر میں متعین تھی اسکا بری طرح صفایا بھی کیا۔ امر سینا کی یہ حرکت چائن لنگ کے لیے ناقابلِ برداشت تھی! اس نے اپنے عمایدین سلطنت کے مشوروں کے خلاف امر سینا کی مدد کی تھی جسکا بدلہ امر سینا نے اس بری طرح دیا۔ وہ بپھرا ہوا وسطِ ایشیا پر حملہ آور ہوا۔ تاتاریوں، منگولوں اور ترکوں نے مقابلے کی کوشش کی مگر اسکے طوفانی یلغار میں وہ تنکے کی طرح بہہ گئے۔ اس مہم میں خاشگر، یارقند، خوقند اور سارا وسطِ ایشیا تسخیر کر لیا گیا۔

اس مہم کے بعد چائن لنگ نے ۱۷۶۵ء میں برما پر حملہ کیا اور اسکو فتح کر لیا۔ اس فتح کے بعد کچھ ہی دن گزرنے پائے تھے کہ چینی افواج نیپال پر حملہ آور ہوئیں اور قبضہ کر لیا۔ اسطرح شہنشاہ چائن لنگ کی حدود افغانستان و ہندوستان کے قریب تک پھیلے ہوئے تھے۔

چائن لنگ عیسائیت اور مغربی اقوام کا سخت دشمن تھا اس نے تبلیغ عیسائیت کو حدودِ چین میں ممنوع قرار دیا۔ بیرونی تاجروں پر کڑی نگرانی کا انتظام کیا۔ بندرگاہوں پر ایک خاص عہدہ دار جو "ہوپو" کے نام سے بھی مشہور ہے کا تقرر کیا گیا کہ وہ درآمد اور برآمد پر نگرانی رکھے! ان سختیوں اور پابندیوں کو دیکھکر جارج سوم شہنشاہ انگلستان نے چائن لنگ کے دربار میں اپنے قاصد میکارٹنی کو روانہ کیا۔ مگر چائن لنگ نے میکارٹنی کو بے نیل و مرام لوٹنے پر مجبور کیا! ان ناکامیوں

ۓ Hoppo

کا حل مغربی اقوام نے عجیب وغریب دریافت کیا۔ ان لوگوں نے کثیر مقدار میں افیون کی درآمد شروع کردی چینیوں میں افیون کے اس شدید استعمال نے اخلاقی و مالی نقصانات پیدا کردیے۔ مانچو حکمرانوں نے افیون کی تجارت کو ختم کرنیکے لیے موت کی سزا بھی مقرر کی! انتہا یہ ہوئی کہ افیون کی اسی تجارت کے سلسلے میں بیرونی اقوام اور چین میں ۱۸۴۱ء میں جنگ بھی ہوئی جسمیں چین کو شکست اٹھانی پڑی۔

چائن لنگ کو ۱۷۹۵ء میں تخت سے دستبردار ہونا پڑا۔ چونکہ چینی قانون کے لحاظ سے کوئی فرمانروا اپنی عمر کے ساٹھ سال پورے ہونیکے بعد حکومت نہیں کرسکتا تھا۔ چائن لنگ مانچو خاندان کا آخری فرمانروا ہے جسکے عہد میں چین کی قوت، اقتدار اور طاقت سے مخالف قوتیں سر اٹھانے کی جرات نہیں کرسکتی تھیں۔

چائن لنگ کا دور فتوحات سے قطع نظر اندرونی طور پر امن و امان کا حامل تھا۔ غریبوں اور کسانوں کی فلاح کے لیے چائن لنگ نے کئی قوانین بنائے۔ مشہور چینی جامعہ ہان لن کی نئی تنظیم کیگئی اور اسے علم و تحقیق کا ایک عظیم الشان مرکز بنایا۔ ملک میں کئی چھوٹے چھوٹے کتب خانے اور بڑے بڑے شہروں میں مرکزی کتب خانے قائم کیے گئے۔ چائن لنگ نے بذاتہ ناول نویسی اور مصوری میں فن کاروں کے ساتھ حصہ لیا اور انکے معیار کو آگے بڑھایا شاعری میں چائن لنگ کا دور "عہد زرین" کے نام سے موسوم ہے۔

چائن لنگ، چین کا وہ عالم، مدبر، فن کار اور جنگجو فرمانروا ہے جس نے اپنی قابلیت سے چین کی علمی اور سیاسی زندگی میں بیش بہا اور گرانقدر اضافے کیے۔ نیز شاہی خاندان کا وہ آخری فرد ہے جو چین کے عظمت و جلال کا ایک ممتاز مظہر ہے۔

"ملکہ ڈاویجر"

(سی شی)

ہر قوم و ملک کی تاریخ میں ایسے کئی مواقع آئے ہیں کہ کسی خاتون نے حکمرانی و جہانبانی کی ہے۔ چین کی ہزاروں سال کی زندگی میں بھی ایک وقت ایسا آیا کہ ایک خاتون کو فرمانروائی کا موقعہ ملا۔ مگر اسکی بعض ایسی انوکھی اور دلچسپ روایات ہیں جنکی نظیر ہمیں کسی دوسری جگہ مشکل سے ملیگی۔ کسی ساحر نے پیشین گوئی کی تھی کہ "جب چین پر کوئی عورت حکمراں ہو جائے تو پھر چین میں شاہی خاندان برقرار نہیں رہ سکتا۔ ملک میں ایک نیا نظام رائج ہو جائیگا جو شاہی کا مخالف ہوگا" چینی ساحر کی یہ پیشینگوئی حرف بحرف صحیح نکلی۔ ملکۂ ڈاویجر شاہی خاندان کی آخری مضبوط کڑی تھی کہ جس کے ٹوٹنے پر چین کی ہزاروں سال کی شاہی بھی ٹوٹ گئی۔ یہ ملکہ اپنی قوت اور تدبر میں بھی بے مثل تھی۔ جس ماحول میں اس کو حکمرانی کا موقع ملا وہ کچھ اسقدر اضطرابی اور سیماب صفت تھا کہ بڑی سے بڑی شخصیت بھی سکون پیدا کرنے سے قاصر رہتی۔ ملک جب ملوکیت اور جمہوریت کی کشمکش میں گرفتار تھا ملکہ ہی کی وہ شخصیت تھی جو ایک وسیع گروہ کی قیادت کر رہی تھی۔ اسکی زندگی ایک ایسی داستان ہے جس میں تخت و تاج کی ریشہ دوانیاں، ملوکیت کا عروج و زوال اور

ملک کے سیاسی فتنے بپا ہیں جو ہر شاہی خاندان کا ایک لوازمہ ہے۔
یہ قطعیت سے نہیں کہا جا سکتا کہ ہسی شی کہاں پیدا ہوئی۔
بعض مورخین نے یہ بتلایا ہے کہ صوبۂ ہونان یا صوبۂ انہوئی میں پیدا ہوئی۔
چینی تمدن میں لڑکی کی پیدایش کو نیک بخت اور مبارک تصور نہیں کیا جاتا تھا اسی لیے ہسی شی کی کوئی خاص تربیت نہ ہو سکی۔ ہسی شی کے والد ہیوئی چینگ[1] شاہی افواج کے کمانڈر تھے۔ مانچو شہنشاہوں کا یہ حکم تھا کہ "شہنشاہی افواج کی کمان وہی شخص کرے جو نسلاً مانچو ہو"۔ اس لحاظ سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ہسی شی بھی نسلاً مانچو تھی۔ وہ ہسی شی کو "ننھی چاؤ"[1] کے نام سے پکارتے تھے۔ ہیوئی چینگ کا انتقال ہسی شی کی کمسنی ہی میں ہو گیا۔ مالی دشواریوں سے بچے رہنے اور گذربسر کی سہولت کے لیے ہسی شی اپنی ماں کے ساتھ ایک رشتے دار کے ہاں پیکنگ چلی آئی۔ اس رشتے دار نے ہسی شی کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ مبذول کی اور جہاں تک بن پڑا اسکی مدد کی۔ ہسی شی نے کنفوشیس کی تعلیمات کو حفظ کیا اور ادبیات عالیہ کا مختصر سا مطالعہ بھی کیا وہ بہت ذہین اور فریس تھی۔ اس مختصر سی تعلیم اور ذہانت نے اس پر ایسی جلا دی کی کہ وہ معزز اور مہذب خواتین کی صفوں میں شمار کی جانے لگی۔ تعلیم و تربیت کے انہی دنوں میں وہ اپنے ایک رشتے دار جنگ لو[2] کی محبت میں گرفتار ہو گئی۔ ان دونوں کا ارتباط زمانے کی مختلف دشواریوں کے باوجود آخر تک برقرار رہا۔

جب ہسی شی نے شباب کی منزل میں قدم رکھا، عوام

The little Chao [1]. Hui - Cheng [1]
Jung - lu [2]

اسے یوہانالا پکارنے لگے۔ "یوہا" اور "نالا"[1] شمالی چین کے، جو کہ دیوارِ عظیم کے اس پار ہے، دو مختلف قبیلے تھے۔ ان دو قبیلوں کو نوراچو[2] نامی ایک فوجی عہدہ دار نے بہ جبر متحد کیا۔ اس اتحاد کے بعد نوراچو نے دیوارِ چین عبور کیا اور چین پر حملہ کر دیا۔ حکمران شہنشاہ کو شکست دیکر خود چین کا بادشاہ بن بیٹھا۔ نوراچو اور اسکے بعد کے حکمران چنگ یا مانچو خاندان کے لقب سے چین پر حکومت کرنے لگے۔ یوہانالا اس خاندان کا قدیم اور ابتدائی نام تھا۔ چنانچہ اسی نام سے سی شی مشہور ہوئی۔ سی شی یا یوہانالا کی شہرت کے ساتھ عوام کو اس ساحر کی پیشینگوئی بھی یاد آگئی کہ چین پر جب کوئی عورت حکومت کریگی تو حکمران خاندان ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیگا۔ لیکن عوام نے اس پیشینگوئی کی کوئی اہمیت محسوس نہ کی کیونکہ یہ پیشینگوئی دوسرے شاہی دستاویزات کے ساتھ کسی آہنی صندوق میں محفوظ رکھی گئی تھی۔ چینی روایت کے مطابق حکمران خاندان کی تاریخ، اس کے زمانۂ حکومت کے دوران میں نہیں لکھی جاتی تھی بلکہ اس کے مکمل زوال کے بعد اس خاندان کی تاریخ لکھی جاتی تھی۔ چنانچہ مانچو خاندان کے زمانۂ حکومت میں جو اہم واقعات ہوئے انھیں دستاویزات کی شکل میں محفوظ رکھ لیا گیا۔ جب مانچو خاندان کے مکمل زوال کے بعد اسکی تاریخ مدون کی جانے لگی تو دستاویزات میں یہ اہم پیشینگوئی بھی نکلی۔

چینی رسوم کے مطابق ہر شہنشاہ کو، کئی خواص رکھنے کی اجازت تھی۔ ان خواصوں کو شہنشاہ کی والدہ منتخب کرتی تھیں۔ چنانچہ جب شہنشاہ شن فنگ کے لیے خواصوں کا انتخاب ہو رہا تھا، سی شی کی ماں نے

---

[1] Yehonala

[2] Nurachu

ہنی شی کو بھی مجبور کیا کہ وہ اس انتخاب میں شریک ہو کر اپنی قسمت آزمائی کرے
انہی دنوں جُنگ لو سے اسکا بیاہ بھی ہونے والا تھا۔ مگر ماں کی مستقبل سے وابستہ
خوش آئند تعلقات نے اس بیاہ کی پرواہ کیے بغیر ہنی شی کو انتخاب کے لیے بھجوا دیا
ہنی شی کے حسین خدوخال اور اس کا حُسن اس قابل تھے کہ وہ منتخب کرلی
جائے۔ چنانچہ وہ منتخب ہوگئی اور اس کی بچپن کی وہ محبت جو جُنگ لو سے
تھی بیاہ کی بندھنوں میں آنہ سکی۔ ہنی شی یا ای ہونالا کے جمال نے شہنشاہ
شن فنگ کو مسحور کردیا۔ وہ اسپہ بری طرح ریجھ گیا اور چین کی حقیقی ملکہ سے
بے پرواہی اور بے تعلقی کا اظہار کرنے لگا۔ ای ہونالا نے شن فنگ کی اس
گرویدگی سے فائدہ اٹھا کر اس پر پورا قابو پا لیا۔ محل کی دوسری خواصیں ہنی شی
کی اس عزت و وقار کو دیکھ نہ سکیں اور حسد و رقابت کے مارے کوشش کرنے
لگیں کہ ہنی شی کو شہنشاہ کی نظروں سے گرا دیا جائے۔ اس کوشش میں شہنشاہ
کے دوست بھی شریک ہوگئے۔ چونکہ ہنی شی کے عشق میں شہنشاہ اسقدر گم
تھا کہ اسکے اپنے دوست بھی فراموش ہو چکے تھے۔ انہی دنوں ہنی شی کے وقار
میں اور اضافہ ہوا جب اس کے بطن سے شہزادہ پیدا ہوا۔ چینی قوانین اور
رسوم و رواج کے مطابق جب کبھی کسی عورت سے شہزادہ تولد ہو جائے تو وہ
تخت کا وارث نامزد کیا جاتا اور اسکی ماں ملکہ تسلیم کی جاتی تھی۔ ہنی شی
بھی اس رواج کے مطابق ملکہ تسلیم کی گئی۔

شہزادے کی ولادت پر چینی منجموں، ساحروں، اور جوتشوں
نے زائچے بنانے شروع کیے اور ان سبھوں نے کہا کہ شہزادے کی پیدائش
ایک نیک فال ہے۔ حُسنِ اتفاق سے بغاوت ٹیپنگ میں شاہی خاندان کو
باغیوں کے مقابلے میں کامیابی ہوئی۔ اس کامیابی نے ملکہ کی توقیر میں چار چاند

لگا دیے شہنشاہ نے اس کو "مغربی قصر کی ملکہ" کا خطاب دیا۔

اس قدر افزائی اور عزت و توقیر نے ملکہ کو استقدر اختیارات دیدیے کہ وہ امورِ سلطنت پر چھا گئی۔ سلطنت کا سارا نظم و نسق اس کے صلاح و مشورے کے بغیر انجام نہیں پا سکتا تھا۔ چنانچہ کچھ دنوں بعد شہنشاہ بھی ملکہ کے اس طرزِ عمل سے بیزار ہوگیا۔ جب ۱۸۶۰ء میں بیرونی باشندوں اور چینیوں میں جنگ ہوئی تو سارے اقتدار کی مالک یہی تھی۔ اسکی بدقسمتی کا آغاز اس لمحے سے شروع ہوا جب اس جنگ میں چینیوں کو شکست ہوئی۔ ملکہ کے مخالفین نے اس شکست کا سارا الزام ملکہ کے سر تھوپا۔ خصوصاً سُو شُن نے، جو ملکہ کا سخت ترین دشمن تھا، شہنشاہ کو مجبور کیا کہ وہ اپنے آپ کو ملکہ کے پنجے سے علیحدہ کرلے اور فوراً پیکنگ سے جیہول چلا جائے تاکہ ملکہ سے دور رہ سکے۔ بادشاہ، ملکہ کی مخالفت کے باوجود جیہول چلا گیا۔ ملکہ کی یہ ایسی شکست تھی کہ اسکی طاقت و اقتدار کا شیرازہ برہم ہونے لگا اور یہیں سے اسکا فوری زوال شروع ہوا۔ چینیوں کی شکست سے ملک میں بیرونی اقتدار دن بدن پھیلتا جا رہا تھا۔ عوام کی پریشانیاں مخالفانہ رنگ اختیار کررہی تھیں۔ ان بدقسمتیوں میں اور اضافہ ہوا جبکہ ۱۸۶۱ء میں شہنشاہ شن فنگ کا انتقال ہوگیا۔ اور چین کے تختِ طاؤس پر ایک پنج سالہ شہزادہ کوانگ سو جلوہ فگن ہوا۔ اسوقت نیابت کے دو دعویدار تھے ایک خود ملکہ تھی اور دوسرے شہزادہ یا ئی تھے جنھیں شن فنگ نے نامزد کیا تھا۔ چنانچہ ان دونوں میں تصادم شروع ہوا۔ ملکہ نے اپنے پرانے چہیتے جنگ لو کی مدد سے شہزادہ یا ئی کو شکست دی اور خود کمسن شہزادے کی نائب بن گئی۔ ان اندرونی نزاعات کے زمانے میں بیرونی باشندوں نے

اپنے اپنے مفادات کو اور محکم کرنا شروع کیا۔

اس وقت ملک میں دو سیاسی جماعتیں تھیں۔ ایک قدامت پسند جماعت تھی جس میں شاہی خاندان کے افراد، امراء اور کنفوشیس کے پیرو تھے۔ یہ جماعت ملکہ کو اپنا قائد اور نجات دہندہ سمجھتی تھی۔ دوسری جماعت اصلاح پسندوں کی تھی جس میں ملک کے تمام ترقی پسند عناصر شریک تھے اس جماعت کا اثر صرف جنوبی چین میں تھا۔ اصلاح پسندوں نے بادشاہ کو اپنے زیر اثر کرلیا۔ بادشاہ بھی خود یہ چاہتا تھا کہ ملکہ سے چھٹکارا پائے۔ بادشاہ نے اپنے ساتھیوں کی تحریک پر ملک میں اصلاحات کا نفاذ کر دیا اور اس کوشش میں لگا رہا کہ ملکہ کے حاشیہ برداروں کو چن چن کر قتل کر دیا جائے۔ اس کی نظر پہلے ملکہ کے محبوب ساتھی جنگ لو پر پڑی۔ اس کام کے لیے اس نے ایک فوجی عہدہ دار یان شی کائی کو منتخب کیا۔ مگر یان شی کائی نے بادشاہ سے غداری کی اور اس سازش کا حال ملکہ سے کہدیا۔ ملکہ اس سازش پر بے طرح بپھری اور اصلاح پسندوں اور شہنشاہ پر حملہ کر دیا۔ اس تصادم میں شہنشاہ قید کرلیا گیا اور اصلاح پسندوں کو شکست ہوئی ملک میں پھر قدامت پسندوں کا دور شروع ہوا۔ کچھ دنوں تک اس بحران میں سکون رہا۔ مگر بہت جلد یہ دور ختم ہوا۔

جب چینی عوام ۱۹۰۰ء میں بیرونی باشندوں کے خلاف صف آرا ہوئے۔ ملکہ نے اولاً تو عوام کا ساتھ دینے سے انکار کیا۔ مگر عوام نے ایک جھوٹی دستاویز ملکہ کو دکھلائی کہ بیرونی باشندے ملکہ کو تخت سے ہٹا دینا چاہتے ہیں۔ وہ اس نئی مصیبت کے خوف سے سہم کر عوام کے ساتھ ہوگئی۔ اس نے شاہی افواج کو حکم دیا کہ وہ

دشمن پر حملہ کریں ۔ مغربی ممالک کو شکست ہو جاتی کیونکہ حکومت اور عوام متحدہ طور پر حملہ کر رہے تھے لیکن انھیں شکست اس لیے نہ ہو سکی کہ مغربی ممالک، برطانیہ، فرانس، امریکہ، اطالیہ، جرمنی، روس اور جاپان نے متحدہ طور پر چینیوں کا مقابلہ کیا اور انھیں شکست دی ۔ یہ تصادم تاریخ میں بغاوت باکسر کے نام سے مشہور ہے ۔ دراصل یہ چینیوں کی جنگ آزادی تھی جس پر بغاوت کا لیبل لگا ہوا ہے ۔

اس ہنگامے کی ناکامی مانچو خاندان اور ملکہ کی ناکامی تھی ۔ اس بغاوت کے بعد ملکہ نے کوشش کی کہ بیمار ملک میں پھر جان ڈالی جائے مگر ملکہ خود ضعیف ہو چکی تھی ۔ عوام بھی ملکہ کے اصلاحات کو مرض کا صحیح علاج نہیں جانتے تھے ۔ ان کے شعور میں انقلاب رچا ہوا تھا ۔ ان کا ایقان جمہوری نظام حکومت میں تھا ۔ ان مخالف قوتوں کے باعث ملکہ کا رہا سہا اقتدار بھی دم توڑنے لگا ۔ ملکہ خود بھی آخری سانسیں لے رہی تھی کہ ۱۹۰۸ء میں اس جہان گذران سے گذر گئی ۔ ملکہ جب بستر مرگ پر اپنی آخری سانسیں پوری کر رہی تھی اس نے کہا کہ "آئندہ کبھی کسی عورت کے ہاتھ میں چین کی سیاست و طاقت سونپ نہ دو ۔ عورت کی حکمرانی ہمارے خاندان کے قوانین اور روایات کے خلاف ہے ـــــــ" ملکہ کے مرنے کے تین سال بعد رہی سہی نام نہاد شاہی نے بھی اپنا آخری سانس لیا اور ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی ۔

ملکہ ڈاویجر کی زندگی بے ربطگی اور افراتفری اس عہد کی آئینہ دار ہے جس میں وہ زندہ تھی ۔ اسکی بے سکون زندگی

وطن و قوم کے اضطراب کی ترجمان ہے۔ چین کی پانچ ہزار سال کی تاریخ میں یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا کہ ایک عورت جس کی حیثیت ایک خواص سے زیادہ نہ تھی، ملک کی سیاہ و سپید کی مالک بن بیٹھی اور اس جلال سے حکومت کی کہ شہنشاہ، امراء، عوام اور بیرونی باشندے سبھی سہم جاتے تھے۔ ملک کی بیچارگی اور عرصے سے پیدا شدہ زوال نے اسقدر مہلت نہ دی کہ وہ کامیاب حکومت کر سکتی۔ وہ غربت اور نامرادی کے عالم میں پیدا ہوئی تھی، ایک عارضی خوشحال زندگی گذار کر برباد ہوئی اور بے کسی کے عالم میں گذر گئی اور اپنے ساتھ ہمیشہ کے لیے نظامِ ملوکیت بھی لیتی چلی گئی۔



سن یاسین

اقبالؒ نے کہا ہے کہ چمن میں ہزاروں سال کے بعد کہیں نرگس کا دیدہ ور پیدا ہوتا ہے۔ شاعر کا یہ خیال کسی اور جگہ شاعری یا مبالغہ، یا خیال آفرینی ہو تو ہو مگر چین میں اس شعر کی صحیح تفسیر ملتی ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ چین میں کنفوشئیس، لیوزے، شی ہوانگ ٹی کے ہزاروں سال کے بعد سن یات سین پیدا ہوئے جنھوں نے چین کی ہزاروں سال کی دنیا بدل کر رکھدی۔ زوال پذیر ملک و قوم کو گرنے سے بچا لیا اور ملک کی تعمیر نو کا آغاز کیا۔

چین کا یہ مسیحا ۱۸۶۲ء میں ۱۲ر نومبر کو صوبہ کوانگ تنگ کے ایک دیہات چوہنگ میں پیدا ہوا۔ یہ دیہات جنوبی چین کے آخری حصے میں واقع ہے۔ اور اپنی فرحت بخش آب و ہوا کے لیے مشہور ہے۔ سن یات سین کے والد جزیرۂ میکاؤ کے باشندے تھے اور زراعت پر اپنی گذر بسر کرتے تھے۔ اس زمانے میں کسانوں کی حالت انتہائی ابتر تھی۔ دیوالیہ حکومت اپنے محاصل کی بیجائی ان غریب کسانوں سے کرتی تھی۔ اس کے علاوہ مغربی ممالک کے

باشندے جو چین میں آباد ہو چکے تھے ان غریبوں سے جبری محنت اور بلا معاوضہ بیگار لیتے تھے۔ ان دشواریوں نے سن کے والد کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنا آبائی پیشہ چھوڑ دیں۔ اسی لیے وہ شہر میکاؤ چلے آئے اور خیاطی کو اپنا پیشہ قرار دے لیا۔ مگر یہاں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ پرتگالی، غریب چینیوں کا بے دردانہ استحصال کر رہے ہیں۔ انھیں یہ محسوس ہوا کہ یہاں پر مزید قیام اور مفلس بنا دیگا۔ اسی لیے وہ پھر اپنے وطن واپس لوٹے۔ خاندان کی یہ دشواریاں اور لاچاریاں تھیں جس میں جدید چین کے اس معمارِ اعظم نے اپنی آنکھ کھولی۔

اس دردناک تصویر کا دوسرا رخ وطن کی زبوں حالی اور بیچارگی تھا۔ مرکزی حکومت دمِ واپسیں لے رہی تھی۔ کبھی کبھار فوجی عہدہ داروں کے سہارے سکت اور بل کا ایک سانس لیتی اور بیٹھ جاتی بیرونی اقوام کا اقتدار محکم اور ہمہ گیر ہوتا جا رہا تھا۔ تخریب کا یہ دریا ایک بھیانک طوفان بنکر بڑھا آرہا تھا ——— انہی لیل و نہار میں سن یات سین نے جنم لیا۔

سن کی ابتدائی زندگی مکتب کے کھیل کود اور حفظ خوانی میں گذری۔ ان دنوں چین کے نظام تعلیم کا یہ بنیادی اصول تھا کہ چینی ادبیات عالیہ کو ہر لڑکا حفظ کر لیتا تھا۔ اور انھیں استادوں کے سامنے ترنم میں سنایا جاتا تھا۔ مگر ادبیات عالیہ کا مفہوم استاد بھی جاننے سے قاصر تھے۔ سن نے اپنی کمسنی ہی میں اس نظام سے بغاوت کی اور اپنے استاد سے ادبیات عالیہ کے معانی و مطالب دریافت کیے۔ خداوندانِ مکتب کو سن کا یہ مطالبہ ناگوار گذرا۔ وہ یہ چاہتے نہ تھے کہ کوئی ان کی

فضیلت اور علمیت کو یوں دھچکا پہنچائے۔ سن معتوب ہوئے اور خود ہی تعلیم ترک کر دی۔ اپنے والد کو مجبور کیا کہ کسی اور جگہ تعلیم کے لیے بھجوائے سن کے والد کی مفلسی اور بیچارگی سن کی خواہش کا خود ایک جواب تھی چنانچہ سن کو کئی دنوں تک تعلیم سے محروم رہنا پڑا۔ اِن فرصتوں میں سن نے اپنے آپ یہ کوشش کی کہ ادبیاتِ عالیہ کے مفہوم اور معانی کو سمجھ سکے اس ذاتی کوشش نے سن کی دلچسپیوں کو اور وسیع کر دیا۔

اسی اثنا میں سن کو ۱۸۷۹ء میں چین سے باہر جانے کا موقعہ ملا۔ اُن کے ایک بھائی ڈے۔کو' جو ہونولولو میں تجارت کرتے تھے' چین آئے ہوئے تھے۔ جب وہ واپس ہو رہے تھے سن بھی انکے ساتھ ہو گئے۔ اسوقت انکی عمر بارہ سال تھی۔ اس کم عمری میں سن کا شوق' خیالات اور رجحانات یہ بتلا رہے تھے کہ اس شخصیت میں جدید چین کا خالق چھپا بیٹھا ہے۔ وہ ہونولولو کے ایک مشن اسکول میں شریک ہو گئے' بہت ہی قلیل عرصے میں اتنی اچھی انگریزی سیکھ لی کہ جزائر ہوائی کے فرمانروا نے اس قابلیت کے اعتراف میں ایک انجیل بطور انعام دی۔

تمام مشاہیرِ عالم کی زندگیاں شاہد ہیں کہ وہ اپنی زندگی میں کئی دور' کئی منازل اور کئی مرحلوں سے گذرتے ہیں۔ سن یات سین نے اپنے اس دورِ طالب علمی کے اختتام پر بھائی کے ساتھ تجارت میں شرکت کی مگر عدم دلچسپی کے باعث چھ ماہ بعد اس کو بھی چھوڑ دیا اور پھر ایک کالج میں شریک ہوئے۔ مگر بھائی نے ۱۸۸۳ء میں چین واپس بھجوا دیا۔ اور یہ سلسلہ بھی ناتمام رہا۔

سن کی اس تعلیم سے خاندان والوں کو بڑی توقعات

تھیں کہ انھیں حکومت کا کوئی عہدہ ملیگا اور اسطرح خاندان کا برسوں کا افلاس دور ہو جائیگا۔ مگر سن کا مزاج ہی برہم تھا۔ وہ موجودہ نظام سے ٹکرانا چاہتے تھے۔ مغرب کے علوم و فنون کے مطالعے نے انمیں ترقی اور آزادی کا شعور پیدا کر رکھا تھا۔ رشتے داروں کو پہلی ناکامی اس لمحے ہوئی جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ سن ہونولولو میں اپنا مذہب چھوڑ کر عیسائی ہوگئے ہیں۔ سن یہ سمجھتے تھے کہ چینی مذہب کی روایتی بت پرستی، انسانی ادراک کو جامد بنا دیتی ہے۔ وہ بت پرستی کے خلاف آزادانہ اظہار رائے کرنے لگے۔ سن کی یہ حرکت عوام تو درکنار اہل خاندان کے لیے بھی باعث اذیت تھی مذہب سے یہ انحراف دن بدن بڑھتا ہی گیا۔ ایک روز سن نوجوانوں کے ایک گروہ کو لیکر کسی مندر میں پہنچے اور بے پناہ ہنسے ہوئے کہتے چلے گئے کہ "—— یہ رنگ برنگ کے مٹی، پتھر، لکڑی اور دھاتوں کے خاموش اور مردہ بت ہماری پریشانیاں رفع کرنے سے قاصر ہیں۔ ہماری چیخیں، ہماری کراہیں، ہماری دعائیں اور ہماری التجائیں یہ سب ان تک پہنچنے اور ان میں حرکت پیدا کرنے سے معذور ہیں ——" یہ کہتے ہوئے وہ مندر کے سب سے بڑے دیوتا کے قریب گئے اور اسکی چوبی انگلی کاٹ ڈالی۔ سن کی اس گستاخانہ حرکت کو دیکھکر سارے ساتھی فرار ہوگئے سن کے ان خیالات نے عوام کو خوفزدہ کر دیا۔ وہ سن کو جلاوطن کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ انھیں یہ موقعہ ہاتھ آیا کہ سن کو جس نے چین کے سب سے بڑے دیوتا کو ناراض کیا ہے، شہر سے نکالدیا جائے۔ چنانچہ سن کو ہانگ کانگ بھجوا دیا گیا۔

سن یات سین کے لیے ہانگ کانگ کا قیام رحمت ثابت ہوا

وہ یہاں کوئینز کالج میں شریک ہوگئے ۱۸۸۶ء میں، جبکہ انکی عمر ابھی بیس سال کی تھی، طیلسان حاصل کرلی۔ اسکے بعد ایک طبیہ کالج میں، جو ابھی ابھی "پاک سائی" کے نام سے قائم کیا گیا تھا، شرکت اور ۱۸۹۲ء میں اس امتحان میں بھی کامیابی حاصل کرلی۔

ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد سن یات سین نے صوبہ کینٹن میں پریکٹس شروع کردی اور ساتھ ہی ساتھ خفیہ طور پر انقلاب کی تیاریاں بھی کرتے رہے۔ ان دنوں خاندان مانچو کے ظلم و استبداد سے عوام کی زندگی تنگ تھی۔ ان کمزور اور جابر شہنشاہوں کا ہر حکم قانون کی حیثیت رکھتا تھا اور جس سے سرتابی کی سزا موت تھی۔ مادر وطن کی اس زبوں حالی نے سن یات سین کے انقلابی جذبات میں ایک شرارہ پھینکا جو دہکتی آگ بنا جا رہا تھا۔ سن ان دنوں مانچو خاندان کے خاتمہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ وہ عوام میں یہ کہکر ان کے انقلابی اور مخالفانہ شعور کو بیدار کر رہے تھے کہ "____ مانچو فرمانروا، نسلاً چینی نہیں ہیں اس لیے یہ ان کی اپنی حکومت ناجائز اور غیر ہی ہے۔ وہ کسی طرح بھی "پسر جنت" ہونے کا دعوےٰ نہیں کرسکتے ____" سن کے اس بڑھتے ہوے باغیانہ سیلاب کو ان کے والدین بھی روک نہ سکے۔ اور ان کی کسی مدد سے انکار کرتے ہوئے اپنے آپ کو علیحدہ کرلیا۔ سن کے ساتھ چینی عوام کا وہی گروہ تھا جسکے شعور میں آزادی اور ترقی کا نصب العین رچا ہوا تھا۔ چین سے باہر کے قیام نے سن کو مغربی تہذیب و سیاست اور نئی نئی تحریکات سے متاثر کیا تھا۔ سن نے یہ محسوس کیا کہ آزادی اور ارتقاء کے خواہاں، فرزندانِ وطن کی جماعت "مجلس نوجوانانِ چین"

میں شریک رہکر ایک مرکزیت پیدا کرلی جائے اور انقلاب کا پرچار کیا جائے۔سن کی شرکت نے حکومت کو سراسیمہ کردیا۔ چونکہ سن کی سرگذشت زندگی اور باغیانہ خیالات سے حکومت واقف تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ چینی نوجوان ہجوم در ہجوم سن کے گرد جمع ہورہے ہیں۔

اسی اثنا میں ۱۸۹۴ء میں چین و جاپان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ سے سن یات سین کو اپنے خیالات کی تبلیغ کا موقعہ ملا کہ "چینی حکومت کی کمزوری ہی کی وجہ سے ساری مصیبتیں نازل ہورہی ہیں۔ ان تمام بربادیوں کا علاج شاہی کا خاتمہ اور جمہوریت کا قیام ہے"۔ حکومت' اپنے خلاف اس اشتعال انگیزی سے خائف ہوگئی اور سن اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری کا حکمنامہ جاری کیا۔ سن فرار ہوگئے اور ان کے ساتھی گرفتار کرلیے گئے اور انھیں قتل بھی کردیا گیا سن کی گرفتاری کے لیے ایک لاکھ پونڈ انعام کا اعلان کیا گیا۔ سن یات سین جزائر ہوائی سے جاپان ہوتے ہوئے یورپ اور امریکہ چلے گئے۔

سن کی یہ جلاوطنی چین کے لیے اور خود ان کے لیے ایک رحمت بنگئی۔ ترقی یافتہ اقوام کے معیار زندگی اور انکے بلند نصب العین نے انکے ارادوں میں تہلکہ مچادیا اور انکے عزم کو اور رسا کردیا۔ نیز قومی تحریک کو کامیاب اور رواں دواں بنانے کے لیے یورپ اور امریکہ سے قرض لینے کی کوشش کی۔ مگر ۱۱ اکتوبر ۱۸۹۶ء میں ایک حادثہ ٹوٹ پڑا۔ وہ اغوا کرلیے گئے اور چینی سفارت خانے میں بارہ دن محبوس اور نظر بند رکھے رہے۔ ممکن تھا کہ انھیں انتہائی سخت سزا دیجاتی اگر انکے پرانے رفیق سر جیمز کینٹائیل انکی مدد نہ کرتے۔ سر جیمز' ہانگ کانگ میں سن کیساتھ

تعلیم پاتے تھے۔ انہوں نے سن کی بے گناہی کا ثبوت حکومت برطانیہ تک پہنچایا اور سن کو رہائی دلائی۔ اس دوران میں چینی سفیر مقیم لندن انکے قتل کی کارروائی کر رہا تھا۔

اس رہائی کے بعد وہ جاپان لوٹے۔ ان دنوں تمام چینی عوام، جو وطن سے باہر مقیم تھے، ملک کی زبوں حالی کا خاتمہ چاہتے تھے انکا مدعا تھا کہ انقلاب کے ذریعے مانچو شاہی کو ختم کیا جائے اور نیا نظام حکومت رائج کیا جائے۔ ان تمام باشندوں نے ۱۹۰۵ء میں اپنی ایک انقلابی جماعت بنائی جسکا نام "تنگ منہائی"[1] رکھا گیا۔ اس جماعت کے معتمد سن مقرر ہوئے جو ان دنوں یورپ میں تھے۔ یہی جماعت آگے چلکر کومنتانگ "عوام کی قومی جماعت" بنی۔ جس میں چین کی دوسری تمام انقلابی اور ترقی پسند جماعتیں ضم ہوگئیں۔ اس جماعت میں ہزاروں محبانِ وطن شریک تھے جو انقلاب کو کامیاب بنانے کے لیے خفیہ طور پر عوام کو متحد کر رہے تھے۔ چینی سرمایہ دار بھی اس تحریک میں شریک ہو کر مالی امداد دینے لگے چونکہ بیرونی اقوام کی وجہ سے انکی اپنی تجارت متاثر ہو رہی تھی۔

اس اتحاد اور یکجہتی کے ساتھ تمام چینی ایک مقدس نصب العین لیے طوفان کی طرح بپھرے ہوئے ۱۹۱۱ء میں مانچو خاندان اور حکومت سے متصادم ہوگئے۔ اگست ۱۹۱۱ء کو ملک کے تمام مدارس، کارخانے اور دفاتر میں ہڑتالیں شروع ہوئیں اور حکومت کا مقاطعہ کیا جانے لگا۔ اس نازک صورت حال کے دوران میں انقلاب کے قائد

---

[1] Tung Minhui

ڈاکٹر سن یورپ ہی میں تھے اور زیادہ سے زیادہ مالی امداد حاصل کر کے انقلابیوں کی مدد کرنے کی انتہائی کوشش کر رہے تھے۔ اس عرصے میں انقلابیوں نے کئی صوبوں کو فتح کر لیا تھا۔ ڈسمبر تک سن بھی چین لوٹے۔ حکومت اپنی بے مائیگی اور لاچاری کا علاج یہی سمجھتی تھی کہ اگر اپنا قیام و بقاء منظور رہے تو انقلابیوں سے مصلح کر لیجائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے حکومت نے ایک امیر اور فوجی یان شی کائی کو مقرر کیا۔ مگر انقلابیوں اور خود یان شی کائی نے خلوص کے ساتھ اسپر دھیان نہیں کیا۔ ننو دن میں یہ انقلاب کامیابی کے ساتھ ختم ہوگیا۔ ۱۲ رفبروری ۱۹۱۲ء کو کمسن شہزادہ سوآن تنگ تخت سے معزول کر دیا گیا۔ اسطرح چین کی شاہی جو ۲۲۰۵ ق م سے چلی آرہی تھی ۱۹۱۲ء میں ختم ہوگئی۔

عوام نے سن یات سین کو اس نئی اور نوخیز جمہوریہ کا صدر قرار دیا۔ مگر سن یہ سمجھتے تھے کہ وہ اپنے فرائض بخوبی اسوقت انجام دے سکیں گے جبکہ وہ صدارت سے علیحدہ ہی رہیں۔ چونکہ انکی اپنی رائے میں یان شی کائی کی شخصیت اور فوجی طاقت ایک مزاحمت تھی۔ اسلیے وہ شی کائی کو صدر بنا کر اپنا بنا لینا چاہتے تھے اور خود تعمیری امور میں مصروف رہنا چاہتے تھے۔ چنانچہ تین دن کی صدارت کے بعد ۱۵ رفبروری کو شی کائی کو صدر جمہوریہ بنا کر سن فلاح و تعمیر کے پروگرام میں منہمک ہوگئے۔

سن نے انقلاب کو مکمل طور سے کامیاب بنانیکے لیے اسکے تین دور مقرر کیے۔ انقلاب کو اسطرح تقسیم کرنے کی وجہ یہ تھی کہ چینی عوام

Hsuan-Tung سے

سیاسی طور پر بہت پیچھے واقع تھے۔ اور انقلاب کے فوراً ہی بعد جمہوریت کی وسیع ذمہ داریوں کو سنبھالنے کی انمیں طاقت نہ تھی۔ پہلا دور فوجی حکومت[1] کا تھا اور اسکو اسوقت تک باقی رکھنا منظور تھا جبتک کہ ملک میں کامل امن و امان قائم نہ ہوجائے اور سرکش و باغی عناصر اور جنگجو امراء[2] کی طاقت ختم نہ ہوجائے۔ دوسرا دور سیاسی محافظت[3] کا تھا جسمیں عوام کو جدید نظام حکومت سے واقف کرانا تھا اور انھیں ترقی کے مواقع فراہم کرتے ہوئے خود کفیل بنانا تھا۔ یہ دور تیسرے دور کے آغاز تک جاری رکھا جانا منظور تھا جبکہ دستوری حکومت رفتہ رفتہ اپنی ذمہ داریاں آپ سنبھال لے۔ یہ تیسرا دور ۱۹۲۷ء سے شروع ہونا چاہیے تھا مگر جنگ چین و جاپان کے باعث اسکا آغاز نہ ہوسکا۔

سن نے پروگرام کے پہلے دور کو کامیاب بنانے میں تمام توجہ صرف کی مگر ملک کی یہ بدقسمتی تھی کہ سن نے جسکو صدر جمہوریہ بنایا تھا وہ خود شاہی کا خواب دیکھنے لگا اور جمہوریت کی جڑیں کاٹنی شروع کیں۔ چینی عوام نے ہزاروں سال کے بعد جن بیش قیمت قربانیوں سے اپنے کندھوں کو جس بار سے سبکدوش کیا تھا وہی پھر مسلط ہو رہا تھا۔ یان شی کائی نے مطلق العنان ہوکر چینی پارلیمان کو کالعدم کرتے ہوئے اپنی تخت نشینی کی تاریخ بھی مقرر کردی تھی۔ سن نے اس غدار اور دشمن وطن کے خلاف ایک دوسرا انقلاب کیا جو بدقسمتی سے کامیاب نہ ہوسکا۔ اسکے تھوڑے ہی دنوں بعد ۱۹۱۶ء میں یان شی کائی کا انتقال ہوگیا۔ سن نے اسکے انتقال کے بعد یہ کوشش

---

[1] Military Rule
[2] War Lords
[3] Political Tutelage

کی کہ ملک میں اتحاد پیدا کیا جائے چونکہ یان شی کائی نے اپنے دور میں فوجی سرداروں کو اقتدار دیکر انکی قوت میں اتنا اضافہ کر دیا تھا کہ وہ سب اپنی جگہ حکمران متصور ہو رہے تھے۔ شی کائی کے مرنے کے بعد ان سرداروں نے اپنی آزادی کا اعلان بھی کر دیا۔ اسپر مستزاد یہ کہ یہ فوجی سردار آپس میں بھی دست و گریباں ہو رہے تھے چونکہ انھیں دوسروں کا اقتدار پسند نہ تھا۔ شمالی چین میں ان سرداروں کی بڑی طاقت و قوت تھی سن نے بڑی کوشش کی کہ انکو زیر کیا جائے اور متحدہ چین کی بنیاد رکھی جائے۔ مگر اسمیں سن کو ناکامی ہوئی۔ چنانچہ شمال سے مایوس ہو کر جنوبی چین کو انقلاب اور جمہوریت کا مرکز قرار دیا۔

سن نے چین کے ارتقاء کے لیے ۱۹۲۱ء میں ایک پروگرام بنایا جسکا انحصار انکے پیش کردہ تین نظریوں پر ہے۔ یہ نظریے قومیت، جمہوریت اور عوام کی مرفہ الحالی یا اشتراکیت کے نام سے موسوم ہیں۔ ان نظریوں کی تشکیل میں سن یات سین کا سیاسی نصب العین اور اعتقادات کارفرما ہیں۔ وہ یہ یقین کرتے تھے کہ ترقی کے لیے اتحاد کی ضرورت ہے جو بغیر جذبۂ قومیت کی تخلیق کے ممکن نہیں سن نے یہ کہکر کہ چین صرف چینیوں کا ہے انکے جذبۂ قوم پرستی کو متحرک و بیدار کیا۔ اس جذبہ کی پیدائش سے عوام میں مانچو حکمرانوں اور بیرونی طاقتوں کے خلاف انتہائی شدید جذبات پیدا ہو گئے۔

اس شعور کے پیدا ہو جانے کے بعد سن یات سین نے جمہوریت کی ترویج کو ضروری سمجھا۔ چونکہ عوام آزادی اور مساوات کے بغیر ترقی نہیں کر سکتے۔ مقننہ، عدلیہ اور عاملہ میں عوام کے منتخب نمائندے

شریک ہوں جو انکی فلاح و بہبود کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ اپنے تیسرے نظریہ عوام کی مرفہ الحالی یا اشتراکیت، میں زراعت، صنعت و حرفت اور تجارت کے فروغ و وسعت کو ملک کی ترقی کا جزو لازم قرار دیا۔ چونکہ ان پیشوں کے ارتقاء سے ملک کا متوسط اور غریب طبقہ کثیر مقدار میں استفادہ کر سکتا ہے مگر اسکے لیے اشتراکی اصول پسند کیے گئے کہ ان کارخانوں میں حکومت اپنا سرمایہ لگائے۔ ورنہ سرمایہ دار طبقہ ان پر مسلط ہو کر پرولتاریہ پر پھر گراں نہ ہو جائے۔

ڈاکٹر سن کے یہ نظریئے صرف خیال آفرینی یا نظریئے ہی رہتے اگر بیرونی ممالک خصوصاً روس، انکی مالی امداد نہ کرتے۔ مغربی ممالک، بالخصوص برطانیہ اور فرانس، سن یات سین کے نظریوں کو اپنی امداد کے ذریعے، عملی طور پر ترقی پاتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ چینی عوام کا قومی احساس اور جمہوریت و اشتراکیت کی طرف اقدام، انکے مفاد کے مغائر تھا۔ وہ متحد اور طاقتور چین کے جنم کو اپنی موت سمجھتے تھے سن کو ان ممالک کے سلوک سے ناامیدی اور مایوسی ہوئی۔ چنانچہ وہ روس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اپنے رفیق کار چیانگ کائی شیک کو ۱۹۲۳ء میں اس غرض کے لیے روس روانہ کیا کہ جتنی امداد ممکن ہو سکے حاصل کی جائے۔ روس بھی چین کی امداد کا از خود خواہاں تھا۔ چونکہ انقلاب روس نے وہاں کی سیاست میں ایک بنیادی تبدیلی پیدا کر رکھی تھی۔ روس کے مدبر اور سیاس اپنے سیاسی تصورات کو بین قومی بنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ چیانگ کائی شیک نے روسی مدبرین اور عہدہ دارانِ مملکت سے ملاقات کی اور معاہدہ امداد و اتحاد طے کیا۔

اس معاہدے کی ترتیب کے بعد سن یات سین نے ایک مرکزی مجلس عاملہ بنائی جس کو عوام کی فلاح کا ذمہ دار قرار دیا گیا۔ اس مجلس میں اشتمالی ماہرین کو شریک کیا گیا کہ انکے صلاح و مشورے سے نئے نظامات مرتب ہوں۔ ان مساعی سے چینی عوام اور مزدوروں کی حالت دن بدن بہتر ہوئی جا رہی تھی اور وہ سن کی ان کوششوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے بہر قیمت اپنے قائد کا ساتھ دے رہے تھے کومنتانگ کی قومی کانگریس کا پہلا اجلاس جب مارچ ۱۹۲۴ء میں مرتب ہوا تو کانگریس نے سن یات سین کے تین نظریوں اور اصلاحات کو جلسۂ عام میں منظور کیا۔ اور ایک قرارداد بھی منظور کی کہ "یہ تین نظریے چین کا سیاسی مسلک ہیں۔ جن پر حکومت اور عوام دونوں پابند رہیں گے۔"

سن نے آزادی اور ترقی کی یہ راہیں ابھی ابھی دریافت کی تھیں اور ان میں مزید ترقی و وسعت دینا چاہتے تھے کہ ۱۲ مارچ ۱۹۲۵ء کو انتقال کر گئے۔ چین کا یہ معمار اور قائد اپنے ساتھیوں کو بستر مرگ سے آخری لمحہ بھی یہ پیام دیا کہ "____ انقلاب ابھی مکمل نہیں ہوا ہے ____ ساتھیو بڑھے چلو ____"

۲۰ فبروری ۱۹۲۵ء کو جب سن یات سین کی حالت انتہائی نازک ہو چکی تھی کہ وہ موت کو ہر لمحہ محسوس کر رہے تھے۔ اسوقت انھوں نے قوم کے نام وصیت کی کہ ____

"چالیس سال کی طویل مدت سے میں نے عوام کے انقلاب کی خاطر اپنی جان و مال اور اپنا سارا سرمایۂ حیات

سب کچھ وقف کر دیا ہے۔ اس سعی میں میرا صرف ایک ہی مقصد رہا ہے کہ چین آزادی حاصل کرے اور اقوام عالم کی صف میں ممتاز مقام پیدا کرے۔ ان چالیس سال کی مدت میں جو تجربہ کہ مجھے حاصل ہوا ہے اس کی بنا پر بغیر کسی پس و پیش اور تردد کے کہہ سکتا ہوں کہ اس مقصد کے حصول کے لیے عوام کے شعور کو مکمل طور سے بیدار کرنا چاہیے اور دنیا کے ان تمام عوام سے رشتۂ اتحاد پیدا کرنا چاہیے جو آزادی کی متحدہ کشمکش میں منہمک ہیں اور اس کشمکش میں ہمیں اپنے ساتھ سمجھتے ہیں۔

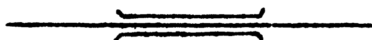
ہمارا انقلاب ابھی مکمل طور سے کامیاب انجام کو نہیں پہنچا ہے۔ میرے تمام احباب اور ہم خیال ساتھیوں کو چاہیے کہ وہ میرے بنائے ہوئے "قومی تعمیر" کے پروگرام "تعمیر نو کے بنیادی مسائل"، "عوام کے تین نظریے" اور اس "منشور" پر، جسکو کومنتانگ کی پہلی قومی کانگریس نے منظور اور شایع کیا ہے، پوری طرح سے پابند رہیں اور انکو عملی جامہ پہنانے کی حد درجہ کوشش کریں، اور پر خلوص طریقے پر انکو کامیاب بنائیں۔ اس کے علاوہ ہمیں چاہیے کہ جلد از جلد، قومی کانفرنس میں ہم نے جو کچھ اعلان کیا ہے، اسکو عملی صورت دیں۔ ہمارے ساتھ بیرونی ممالک کے جو غیر مساویانہ معاہدات ہیں انھیں بالکلیہ منسوخ کرنیکی جدوجہد کریں۔

میری یہ دلی تمنا ہے اور آپ لوگوں کو انکی کامیابی
کے لیے ذمہ دار قرار دیتا ہوں۔" فقط

"سن وین"

سن یات سین آج بھی ساری قوم کا محبوب ہیرو ہے۔
عوام اپنے قائد کی پرستش آج بھی کرتے ہیں۔ ہر گھر میں انکی تصویر آویزاں ہے۔ ہر سیاسی اور قومی جلسے میں سن کی تصویر یا مجسمے کو پہلے بے نقاب کیا جاتا ہے۔ عوام تعظیم میں سر جھکا دیتے ہیں۔ انکی وصیت مذہبی احکام کی طرح بلند آواز میں پڑھی جاتی ہے تب کہیں تقریب کا آغاز ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سن یات سین کی آخری آرام گاہ نانکنگ میں ہے ایک خوبصورت مرمریں مقبرے میں سن کی روح آجتک چین میں زندہ ہے اور ہر ایک چینی کے قالب میں اسی حرکت اور توانائی کے ساتھ دوڑتی پھرتی ہے جسے سن نے اپنے میں پروان چڑھایا تھا۔



"چیانگ کائی شیک"

کہتے ہیں کہ چین کی گیتی سے صرف تین اشخاص ایسے
پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی شخصیت، فضیلت اور خدمات سے دنیا
کی تاریخ میں ایک ممتاز ترین مقام پیدا کرلیا ہے یہ تین شخصیتیں کنفوشیس
ڈاکٹر سن یات سین اور جزیسمو چیانگ کائی شیک ہیں۔ کنفوشیس
ہزاروں سال پرانی یادگار ہیں۔ ڈاکٹر سن یات سین موجودہ چین کے
خالق ہیں اور جزیسمو چیانگ کائی شیک اپنے پیشرو کی تخلیق کے مسیحا
اور کارساز۔ چین کی عالمی عظمت اور معراج کا احیاء جو ایک معجزے
سے کم نہیں، سن اور کائی شیک ہی کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ گو راستے
کی دشوار گذاریوں اور صعوبتوں نے ان کی منزل کو دور سے دور کردیا
ہے مگر جوان ہمت قائد کی دلیریاں چینی قوم کو مستقبل کی طرف لیے
ہی جارہی ہیں۔ چیانگ کائی شیک کی حیات ان کی اپنی حیات
نہیں ہے بلکہ قوم و ملک کی سیاست اور اس کے ارتقاء کی ایک
داستان ہے۔ یہی وہ ممتاز وصف ہے کہ ایک قائد کی حیات اسکی
اپنی حیات نہیں بلکہ قوم کی حیات بنجاتی ہے۔ جب کسی ملک و قوم

کی زندگی میں یہ لمحہ آتا ہے تو وہ قوم جی اٹھتی اور جاگ جاتی ہے۔

چیانگ کائی شیک صوبہ چیکانگ کے ایک دیہات چیکاؤ میں پیدا ہوئے۔ انکے والدین متوسط طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔ کائی شیک کے والد نے تین شادیاں کی تھیں۔ کائی شیک تیسری بیوی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ یہ ابھی نو سال ہی کے تھے کہ ان کے والد قضا کر گئے۔ اور تربیت کی ساری ذمہ داریاں ماں کے سر آئیں۔ کائی شیک کی مالی حالت اتنی اچھی نہ تھی کہ اپنی زندگی سکھ چین سے گذار سکیں۔ اس لیے ماں نے انتہائی مصیبت اور تنگدستی کے عالم میں مستقبل کے معمار کو پروان چڑھایا۔ ان گنت دشواریوں کے باوجود انھیں ایک مکتب میں داخل کرایا۔ مگر ایک چھپے جوہر کو جس کی فطرت میں علم و عمل کی پنہائیاں مستور تھیں مکتب کی تعلیم پسند نہ آئی اور وہ مکتب کی زندگی سے علٰحدہ ہو گئے۔ مگر ماں نے گھر میں چینی ادبیات عالیہ اور مذہبی تعلیم کا خود ہی انتظام کیا چیانگ کا رجحان سپاہیانہ تھا۔ وہ میدانی کھیلوں اور ورزش کو تعلیم سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ انھیں اپنی کمسنی ہی میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ وہ فوج میں ملازم ہو جائیں۔ اس مقصد کے ساتھ چیانگ ۱۹۰۶ء میں جاپان گئے کہ کسی فوجی کالج میں شریک ہو جائیں۔ مگر جاپانی فوجی اسکول نے انھیں شرکت کی اجازت نہ دی چونکہ ان کے پاس مانچو حکومت کا عطا کردہ اجازت نامہ نہ تھا۔ چیانگ مایوس لوٹے اور مجبوراً پاؤتنگ کے فوجی اسکول میں داخل ہو گئے۔ اس اسکول میں جب وہ زیر تربیت تھے ایک استاد نے دوران لکچر میں سنایا کہ امریکی

جمہوریہ کا صدر عام لوگوں کی طرح زندگی گذارتا ہے اور بلا تکلف ہر ایک سے ملتا ہے۔ چیانگ کائی شیک نے مداخلت کرتے ہوئے بڑے ہی جوش سے کہا تھا "کیوں نہیں جناب وہ بھی تو ایک انسان ہے۔ وہ کیوں دوسرے انسانوں پر فوقیت پائے" اسکی آنکھوں کی چمک اور چہرے کے رنگ کو دیکھکر استاد نے کہا "چیانگ! نہ جانے آگے جاکر تم کیا بنو؟"

انھیں اپنے وطن کی زبوں حالی خصوصاً غیر اقوام کا اقتدار حکومت کا تشدد بھر زوال، اور ہموطنوں کی بیچارگی اور مصیبت کو دیکھکر سخت رنج ہوتا۔ زرد زمین پر زرد نسل کے بجائے غیر اقوام عیش و حکومت کر رہے ہیں۔ اور چینی عوام فاقے، بھوک اور قحط کا شکار اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ان بھاری طاقتوں کے خلاف مجلس نوجوانانِ چین" کے چند سر پھرے بغاوت کیا کرتے ہیں۔ چیانگ کائی شیک کو یوں محسوس ہوا جیسے یہ نوجوانانِ چین، ملک کی تقدیر بدلنے والے ہیں۔ وہ بھی اس جماعت کی طرف کھنچے چلے گئے۔ ۱۹۰۶ء میں وہ انقلابی جماعت کے باضابطہ رکن ہوگئے۔ اور اپنی قدیم روایتی چوٹی کو انقلاب کی خفیہ سرگرمیوں کی خاطر، کٹوا دیا جو زمانۂ قدیم سے ہر چینی کے سر پر مسلط رہتی تھی۔

چیانگ نے اسی سال پیکنگ کے فوجی کالج میں داخلہ لیا۔ یہاں پر تربیت حاصل کرنے کے بعد وہ جاپان گئے اور اپنا اجازت نامہ بتلا کر شہنشاہی فوجی کالج میں داخلہ لے لیا۔ پھر وہ جاپانی فوج میں کئی سال تک ملازم رہے اور حکومت جاپان کی وفاداری کا حلف اٹھایا

ان دنوں جاپان، چینی محبانِ وطن کی انقلابی سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ وطن سے نکالے ہوئے تمام راندۂ درگاہ یہیں جمع تھے۔ خوش قسمتی سے انھیں ۱۹۰۹ء میں چین کے معمارِ اعظم اور انقلاب کے راہنما ڈاکٹر سن یات سین سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ اس ملاقات نے چیانگ پر اتنا گہرا اثر کیا کہ انکے دل میں وطن کی محبت کے جو شرارے فروزاں تھے وہ ایک دہکتا ہوا شعلہ بن گئے۔ وہ فوراً ہی انقلاب کے عملی مسایل میں شریک اور تنگ منہائی کے رکن ہوگئے۔

جب ۱۹۱۱ء میں چین میں انقلاب نے عملی صورت اختیار کرلی، بے پناہ محب وطن آزادی، ور کامرانی کے نشے میں چور ہر اس مخالفت سے ٹکرا رہے تھے جو انکی راہ میں حائل تھی، چیانگ کائی شیک کے جذبات نچلے نہ بیٹھ سکے۔ وہ بھی تیز و تند طوفان کی طرح بپھرے ہوئے حلف وفاداری کے باوجود، جاپانی ملازمت چھوڑکر چین چلے آئے اور ان انقلابیوں میں مل گئے جو حکومت، فوج اور خاندان شاہی کے خلاف اپنی قوت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ فرزندان وطن کی نعشوں سے چینی سڑکیں اور گلیاں پٹی پڑی تھیں۔ مگر وہ بے نیاز بن کر آزادی کی خاطر آگے بڑھتے جاتے تھے۔ جب انھیں اپنے مقاصد میں کامیابی ہوئی، قدیم مظاہر سیاست کی آخری سانسیں اکھڑ گئیں اور جمہوریت نے پہلا سانس لیا، چیانگ مطمئن ہوکر سن کے ساتھ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۱۵ء تک فلاح و تعمیر کے مسائل میں مصروف رہے۔ مگر چین کی بدقسمتیوں کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ ان قربانیوں اور ایثار کے بعد ایک مطلق العنان جابر

کی استبدادیت کے خاتمہ کی خاطر انہیں اور لہو بہانے کے لیے میدان میں آنا پڑا۔ غدار صدر یان شی کائی اپنے فرائض کو نظر انداز کر کے بادشاہی کے خواب دیکھنے لگا اور حصول تخت کے لیے ریشہ دوانیاں شروع کیں سن اور انکے ساتھی یہ گوارا نہیں کرسکتے تھے کہ ملک پھر ایک نیا جہنم بنے۔ وہ اس غدار کے خلاف معرکہ آرا ہوئے۔ اس دوسرے انقلاب میں ایک مرتبہ سن کی جان خطرے میں پڑ گئی تھی چیانگ نے جب یہ دیکھا کہ انکا قائد ایک عظیم مصیبت میں گھرا ہوا ہے انھوں نے بلا کسی پس و پیش کے اپنی جان جوکھوں میں ڈالکر سن کو بچا لیا اور خوش قسمتی سے خود بھی بچے رہے۔ اس واقعہ نے سن کو اتنا متاثر کیا کہ وہ ایک موقعہ پر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکے کہ "اگر میرے بعد میرے مشن کو کوئی کامیاب اختتام پر لیجا سکتا ہے تو وہ صرف چیانگ کائی شیک ہے۔"

شجاعت اور ہر دلعزیزی کے ان زینوں پر پہنچنے کے بعد چیانگ دفعتہً سیاست سے علحدہ ہو گئے اور تجارت شروع کر دی۔ اس تبدیلی پر عوام یہ سمجھ بیٹھے کہ چیانگ خود غرض ہیں اور انھوں نے اپنے ذاتی مفاد کو وطن پر ترجیح دی۔ مگر واقعہ یہ نہ تھا۔ قومی تعمیر کیلیے ملک کو مالیہ کی ضرورت تھی جو وافر مقدار میں موجود نہ تھا۔ چیانگ کچھ دنوں تک تجارت کرتے رہے اور جو کچھ آمدنی ہوئی اسکو انھوں نے قومی تعمیر میں صرف کیا جسے عوام بعد میں جان سکے۔ چنانچہ ۱۹۲۱ء میں ایک بڑے سرمایہ کے ساتھ ملک کی سیاست میں دوبارہ شریک ہو گئے۔

ڈاکٹر سن یات سین کی کامیابی میں چیانگ کا بڑا حصہ ہے

چونکہ چیانگ کائی شیک، ڈاکٹر سن کے دست راست اور مشیر تھے اور ہر کام کو جو اہم اور راز ہوتا تھا، چیانگ ہی انجام دیتے تھے۔ اسی اعتماد اور یقین کی وجہ سے ایک مرتبہ ۱۹۲۲ء میں ڈاکٹر سن اور چیانگ کائی شیک چھپن دنوں تک مسلسل قومی تعمیر کے پروگرام پر ایک کانفرنس میں مصروف رہے یہ کانفرنس اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت اہم تھی چونکہ شمال کے فوجی عہدہ دار مرکز کے خلاف سر اٹھا رہے تھے اور آپس میں مصروف جنگ تھے۔ صلح کی عالمی کانفرنس میں چین کی آواز نقارخانوں میں گونج کر ناکام رہی اور کوئی بازگشت پیدا کرنے سے قاصر رہی یتن کو تعمیری امور کے لیے مالیہ کی ضرورت تھی اور یہ امید برطانیہ اور فرانس سے پوری ہوتی دکھائی نہ دیتی تھی۔ ڈاکٹر سن نے چھپن دنوں کے غور وخوض اور مشورے کے بعد چیانگ کائی شیک کو روس جانے پر آمادہ کیا تاکہ روس کی اعانت و مالی امداد سے تعمیری کام جاری رکھے جائیں ۱۹۲۳ء میں چیانگ روس گئے اور سویٹ حکومت کے سامنے اپنا نقطۂ نظر پیش کیا۔ دوران قیام میں چیانگ کی ملاقات ٹراٹسکی اور زینوفیف سے بھی ہوئی جو کومنٹرن ــــــ بین الاقوامی اشتمالیت ــــــ کے روح رواں تھے۔ سوویٹ روس نے چیانگ کی خواہش کو پورا کیا اور دونوں ممالک میں اتحاد و دوستی کا معاہدہ مرتب ہوا۔ چھ ماہ بعد چیانگ چین واپس لوٹے اور فوج کے اعلیٰ عہدہ دار مقرر ہوئے۔ اس کے کچھ ہی دنوں بعد خود انھوں نے کینٹن سے قریب وھامپو میں فوجی تربیت گاہ قائم کی اور ایک کثیر فوج تیار کی جو نئے طریقوں سے واقف اور جدید آلات حرب سے لیس تھی۔ چیانگ نے ایک سال کی قلیل مدت

میں یہ اتنا بڑا کارنامہ کر دکھایا کہ عوام ششدر اور متحیر ہو گئے ۔ ۱۹۲۵ء میں کومنتانگ کی مجلسِ قائمہ کے صدر بھی منتخب ہوئے ۔ انہی خدمات کے اعتراف کے طور پر یہ ڈاکٹر سن یات سین کے انتقال کے وقت چین کی قومی افواج کے سپہ سالار ہو گئے تھے ۔

ڈاکٹر سن یات سین نے اپنے انتقال سے پیشتر ہی جانشینی کے انتظامات کر دیے تھے ۔ وانگ چنگ وی کو سیاسی اقتدارات دیے گئے تھے ۔ فوجی نظم و نسق چیانگ کے تفویض کیا گیا تھا ۔ وانگ چنگ وی پیاری جماعت[1] کا رکن تھا ۔ اسلیے ڈاکٹر سن نے توازن پیدا کرنیکے لیے یمینی جماعت[2] کے ایک رکن ہو ۔ ہاؤ ۔ من کو منتخب کیا مگر یہ انتظام سن کی موت کے بعد زیادہ دنوں تک برقرار نہ رہ سکا ۔ ہو ۔ ہاؤ ۔ من[3] نے بہت جلد انتقال کیا ۔ چیانگ نے اس موقعہ کو غنیمت جان کر وانگ چنگ وی کو علحدہ کر دیا اور خود کومنتانگ کے صدر بن گئے ۔

کومنتانگ کی قیادت اور ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد چیانگ نے نظم و نسق کے ہر شعبہ میں اصلاحات نافذ کیے ' اپنی اولین توجہ فوج کی تربیت پر مبذول کی اور ایک کثیر تربیت یافتہ فوج تیار کر لی ۔ چیانگ کا یہ ایقان تھا کہ جبتک چین متحد نہ ہو جائے اور مرکز گریز قوتیں ختم نہ ہو جائیں اسوقت تک ملک کی ترقی کا تصور فضول ہے چنانچہ چیانگ نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ " ——— چین

---

[1] Leftists

[2] Rightists

[3] Hu - Hau - Main

کے ساتھ ممالکِ غیر کے جو غیر مساویانہ معاہدات ہیں، جبتک وہ ختم نہ ہوجائیں وہ اسوقت تک اپنی مہم جاری رکھیں گے کیونکہ اسکے بغیر چین آزاد نہیں ہوسکتا۔ ڈاکٹر سن یات سین نے ملک کے سامنے جو تین نظریے ـــــ قومیت، جمہوریت اور عوام کی مرفہ الحالی یا اشتراکیت ـــــ" پیش کیے تھے چیانگ نے پہلے نظریۂ قومیت اور اتحاد کو ترجیح دی اور کہا کہ ہمیں پہلے چین کو متحد کرنا چاہئے۔ یساریوں نے جن میں اشتمالی بھی تھے، چیانگ کی مخالفت کی اور کہا کہ شاہی خاندان کے جبر و استبداد کے باعث، نیز قحط، خانہ جنگی، بغاوت اور انقلاب کی وجہ سے عوام مفلس اور فاقہ کش ہوگئے ہیں۔ پہلے انھیں سنبھلنے اور اپنی حالت درست کرنے کے مواقع عطا کیے جائیں۔ قومیت اور اتحاد کی کوشش میں چیانگ کائی شیک کو سرکش افراد سے لڑنا پڑیگا جس سے ملک کا امن متاثر ہوگا اور فاقہ کش عوام کی حالت بد سے بدتر ہوجائیگی دونوں اپنی اپنی جگہ مُصر تھے۔ اس ضد کی وجہ سے چیانگ اور اشتمالیوں میں اختلافات رونما ہوگئے جو آگے چلکر انتہائی شدید اور خطرناک ہوگئے ان اختلافات نے خطرناک صورت اختیار کرلی جب چیانگ کائی شیک سرمایہ داروں اور مالکانِ بنک سے قرضہ حاصل کرنے شنگھائی گئے۔ سرمایہ داروں نے فوراً ہی چیانگ کی مدد بھی کی۔ چونکہ وہ اس رقم سے اشتمالیوں کا استیصال چاہ رہے تھے۔ اشتمالی، چیانگ کی اس حرکت کو برداشت نہ کرسکے اور بغاوت کر بیٹھے۔ چیانگ نے فوراً ہی اس بغاوت کو فرو کیا مگر اشتمالیوں نے ان سختیوں کے باوجود ہانکاؤ میں اپنی ایک علیحدہ حکومت قائم کرلی۔

اشتمالیوں سے ان اختلافات کے قطع نظر چیانگ کائی شیک نے قومیت اور اتحاد کے لیے شمالی چین کے فوجی عہدہ داروں پر حملہ کردیا اور یکے بعد دیگرے انکے علاقوں کو فتح کرتے گئے۔ یہ مہم جولائی ۱۹۲۸ء تک جاری رہی جبکہ شمالی چین کا دارالخلافہ پیکنگ فتح کرلیا گیا۔ پیکنگ کی فتح نے صحیح معنوں میں شمال اور جنوب کی مرکز گریز قوتوں کا خاتمہ کردیا۔ اور متحدہ چین کی بنیاد رکھی۔ اسطرح سارا چین چیانگ کے اقتدار میں آگیا۔ اس فتح کے بعد پیکنگ کے بعد نانکنگ دارالخلافہ قرار دیا گیا چونکہ پیکنگ انتہائی شمال میں واقع تھا اور جنوب پر مناسب نگرانی نہیں رکھی جاسکتی تھی۔ نانکنگ کی اس قومی حکومت کو برطانیہ نے بھی ۱۹۲۸ء کے اواخر میں تسلیم کرلیا۔

ان فتوحات کے بعد چیانگ نے رفاہی اور تعمیری امور کی جانب توجہ کی۔ چنانچہ ملک میں کئی سو میل لانبی سڑکیں اور ریلیں بنائی گئیں اور فضائی رسل و رسائل کا سلسلہ بھی قائم کیا گیا۔ ان امور کی کامیابی کے لیے بیرونی ممالک، جرمنی، برطانیہ، فرانس اور بلجیم سے قرضے لیے گئے۔ ملک میں مقامی حکومت خوداختیاری کو رائج کیا گیا۔ کاشتکاروں کو کم سود پر قرضے دیے گئے اور ۱۹۳۱ء میں ایک قومی معاشی کونسل قائم کی گئی اور مجلس اقوام کے ماہرین کو مشاورت اور راہنمائی کے لیے بلایا گیا۔ کئی بنک قائم کیے گئے اور تعلیم عام کرنیکے لیے کئی سو مدارس اور متعدد کالج قائم کیے گئے۔

حال ہی میں جنرل سیموں نے معاشرتی انقلاب کے لیے ایک نئی تحریک کا آغاز کیا ہے۔ یہ نئی تحریک "تحریک حیاتِ نو" کے

نام سے مشہور ہے۔ جسکا مدعا قدیم اور جدید حیات بخش اصول کی ہم آہنگی سے ایک نیا فلسفۂ زندگی پیش ہو سکے۔ نیکی، عدل، انصاف، اخلاق صالح جو اس نیے دور میں آخری سانسیں لے رہے ہیں انھیں فنا ہونے سے بچایا جائے۔ نیز مادیت کے اس دور کی تہذیب کو بھی یوں اختیار کیا جائے کہ قدیم آداب و اخلاق کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ یہ تحریک دراصل مشرق کے مغرب پر فتح پانے کی تحریک ہے اور چین کے اس عظمت کی ایک مظہر ہے کہ چین مغرب سے متاثر ہو کر بھی مشرق کی روحانیت سے ہاتھ دھونا نہیں چاہتا۔ اس تحریک کے داعی خود جزیسمو ہیں اور یہ تحریک قلیل عرصے میں بہت کامیاب نتائج پیش کر چکی ہے۔ مدام چیانگ اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر جلسوں تقریروں اور مضامین سے مستفید کرتی رہتی ہیں۔ چیانگ کائی شیک کا یہ خیال ہے کہ اگر یہ تحریک کامیاب ہو جائے تو ملک میں کسی نقض امن کا کوئی خدشہ نہ رہے گا چونکہ نئی تعلیم کے ساتھ ساتھ عوام میں اخلاقِ حسنہ بھی موجود رہیں گے۔

ان رفاہی کاموں سے ملک میں امن قائم ہونا چاہیئے تھا مگر چین کی بدقسمتی سے ایسا نہ ہو سکا۔ چیانگ اور اشتمالیوں میں جو اختلافات تھے وہ دن بدن گہرے اور وسیع ہو رہے تھے۔ چیانگ کو یہ شبہ تھا کہ اشتمالی، چین میں بالشویکی نظام رائج کرنا چاہتے ہیں اس شبہ کو یوں بھی تقویت پہنچی کہ اشتمالیوں کی بعض ایسی تحریرات چیانگ کو ملیں جن سے اسی مقصد کا اظہار ہوتا تھا۔ اشتمالیوں نے چیانگ کی اتحاد کی تحریک کی مخالفت بھی کی تھی اور اپنی ایک علیحدہ

حکومت بھی قائم کرلی تھی۔ جب نانکنگ میں قومی حکومت قائم ہوگئی چیانگ نے کومنتانگ سے تمام اشتمالیوں کو نکال باہر کیا۔ مشہور روسی، جنرل گیلن اور بروڈین کو ملک سے خارج کردیا۔ نیز اشتمالی تحریک کو ملک میں ممنوع قرار دیا۔ اسکے علاوہ انھیں ہانکاؤ سے بھی نکالدیا گیا۔ اشتمالیوں نے اسکی کوئی پرواہ نہ کی وہ نانچانگ میں پناہ گزین ہوکر اس شہر کو اپنا دارالخلافہ قرار دے لیے۔ یہیں پر اشتمالیوں کے راہ نما چاؤ این لائی نے سرخ فوج کی بنیاد رکھی جو بہت جلد کثیر تعداد تک پہنچ گئی۔ چیانگ کائی شیک کی اس اشتمالیت دشمنی کے باوجود اشتمالی رجحانات عوام میں ہمہ گیریت حاصل کرتے جارہے تھے۔ چین کے مزدور، کسان اور طالبعلم سرخ جھنڈے کے تلے آئے دن جوق در جوق جمع ہو رہے تھے۔ ملک کی معاشی پستی اور افلاس کا تقاضا ہی یہ تھا کہ عوام مساوات اور ترقی کے اس سیاسی نظام کے موئید ہوجائیں۔ اس بڑھتی ہوئی طاقت کو چیانگ کائی شیک نے پسند نہیں کیا اور ۱۹۳۰ء میں ان پر دھاوا بولدیا مگر اشتمالیوں نے قومی افواج کو تین چار مرتبہ ایسی فاش شکستیں دیں کہ چیانگ کو اپنے مستقبل سے خطرات پیدا ہوگئے۔ اشتمالیوں کے مقابلے میں قومی افواج کی ناکامی چیانگ کائی شیک کی ناکامی تھی۔ اس لیے چیانگ نے ۱۹۳۳ء میں نئی تیاریوں کے ساتھ اپنی کمان میں ایک اور حملہ کیا مگر یہ بھی ناکام رہا۔ اس شکست نے چیانگ کو اور برہم کردیا۔ پورے جوش و خروش اور تمام فوج کے ساتھ اسی سال اکتوبر میں تیسرا حملہ کیا گیا۔ سرخ فوج مسلسل حملوں کے باعث کمزور ہوتی جارہی تھی۔ اس بے پناہ حملے نے اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا۔ اشتمالیوں کی سرخ فوج ایک مقام سے

دوسرے مقام کو کوچ کرتی رہی۔ سرخ فوج کی یہ مہم "طویل مسافت" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مسافت ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو ختم ہوئی جب سرخ فوج شہر ینان پر آکر رکی۔ مانچوریا کا فوجی عہدہ دار چیانگ سیو لیانگ، جسکو "ینگ مارشل" کے نام سے پکارا جاتا ہے، کو چیانگ نے اشتمالیوں سے مقابلے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ اپنی اس مہم میں انتہائی سراسیمہ ہوگیا جبکہ اس کی اپنی فوج، سرخ فوج کے مقابلے میں شکست پہ شکست اٹھانے لگی۔ اس موقعہ کو غنیمت جان کر اشتمالیوں نے ینگ مارشل کو اپنے داعیات اور تحریکات سے واقف کرایا۔ ینگ مارشل نے خود بھی محسوس کیا کہ عوام بے پناہ بنے ہوئے اس تحریک کو اسی لیے قبول کر رہے ہیں کہ اس تحریک میں انکی فلاح و ارتقاء کا راز ہے۔ چنانچہ ینگ مارشل متاثر ہوکر اس تحریک میں شریک ہوگئے اور چیانگ کو سرخ فوج سے مفاہمت کے لیے مجبور کیا۔ جنگ کے تھیٹر میں اس انوکھی تبدیلی نے چیانگ کو سراسیمہ اور ہراساں کر دیا کہ شکاری خود شکار ہوگیا۔ وہ فوراً ہوائی جہاز کے ذریعے سیان آئے ینگ مارشل اور دوسرے اشتمالیوں نے ملک کی صورت حال اور جاپان کے حریصانہ عزائم کا اظہار کیا۔ گر چیانگ کی برہمی نہ گئی۔ اس موقعہ پر اشتمالیوں نے ۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء کو چیانگ کی رہائش گاہ کے قریب بغاوت کی۔ جب چیانگ کو اس کا علم ہوا تو وہ اپنے بنگلے کی دیوار پھاند کر فرار ہونا چاہ رہے تھے کہ گر پڑے جس سے ان کی پیٹھ پر زخم آئے۔ اس حالت میں ان کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس صورت حال سے توقع کی جا رہی تھی کہ چیانگ اشتمالیوں کے مطالبات تسلیم کرلینگے۔ مگر چیانگ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ موت کو اپنے ایقان سے

گریز پر ترجیح دیتے تھے۔ مگر حسنِ اتفاق کہ یہ ڈرامہ بغیر کسی الم و دکھ کے اختتام کو پہنچا جب مدام چیانگ اور کائی شیک کے ایک انگریز دوست "ڈانلڈ" نے اپنی ذاتی کوششوں سے چیانگ کائی شیک کو مجبور کیا کہ وہ وطن کے مفاد کی خاطر ان مطالبات کو تسلیم کرلیں۔ چنانچہ ان دونوں کے اصرار پر چیانگ نے ان شرائط کو تسلیم کرلیا اور اشتمالیوں اور چیانگ کے قدیم اختلافات ختم ہوگئے۔ اس طرح سے چین اتحاد اور یگانگت کی صحیح منزل میں جا پہنچا۔ اشتمالیوں پر سے تمام امتناعات اٹھا لیے گئے روس سے پھر تعلقات استوار کیے گئے اور ۲۵ دسمبر کو چیانگ رہا کردیے گئے۔ اس رہائی پر سارے چین میں جشن منایا گیا۔ چراغاں کیے گئے۔ واقعہ بھی یہ ہے کہ چین کی قومی زندگی میں یہ عید کا دن تھا کہ چین "ایک" ہوگیا۔

سرخ فوج اور کومنتانگ کا یہ اتحاد جاپان کے لیے ایک عذاب تھا کیونکہ اس اتحاد سے چین میں قومی اور متحدہ محاذ پیدا ہوچکا تھا اور روس بھی چین کی حمایت پر اتر آیا تھا۔ ان حالات نے جاپان کے حریصانہ اور شہنشاہی عزائم کو شہ دی کہ چین ابھی بیچارگیوں کی منزل میں ہے مزید وقت اور مہلت سے وہ اور سنبھل جائے گا۔ اسی خیال کے تحت جاپانی حکام نے فیصلہ کیا کہ ابھی اور اسی وقت چین پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ ۷ جولائی ۱۹۳۷ء کو جاپان نے چین پر حملہ کردیا۔ جاپان کی کثیر طاقت اور چین کی بے مائیگی نے چین کو پسپائی پر مجبور کیا۔ اگر چین کی پسپائی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ دراصل یہ پسپائی نہ تھی بلکہ چیانگ کائی شیک

کی دوربینی اور فراست کا ایک مکمل نمونہ تھا۔ چنانچہ اس موقعہ پر چیانگ کائی شیک کی فوجی حکمت عملی کا مختصر تذکرہ بے جا نہ ہوگا۔ انکی فوجی حکمت عملی تین ادوار پر مشتمل ہے۔ پہلے دور میں چیانگ نے مختلف مقامات کا تخلیہ کرکے مدافعت اور تیاری کے لیے وقت اور مہلت حاصل کیا۔ دوسرے دور میں چیانگ نے چھاپہ مار لڑائی کی تجویز کو بروئے عمل لایا۔ چینی گوریلا سپاہی جاپانی سپاہیوں کو دھوکا دیکر مختلف جماعتوں میں تقسیم کرکے انھیں خطرناک مقامات پر لاکر نقصان پہنچاتے ہیں تیسرا دور اقدامی لڑائی کا ہے جو گذشتہ دو دوروں سے حاصل کردہ سہولتوں کی وجہ سے شروع ہوا ہے۔

چین کے نصف حصے پر جاپان قبضہ کرچکا ہے مگر اس کے باوجود چینی، سات سال سے جاپان کی بربریت اور بہیمیت کا مقابلہ کررہے ہیں۔ ان کے عزائم میں سورماؤں کا استقلال ہے۔ وہ جس شجاعت اور دلیری سے مقابلہ کررہے ہیں تاریخ میں ایسی مثالیں شاذو نادر ہی مل سکیں گی۔ اس سارے معرکے میں چینیوں کا قائد جنریلسیمو چیانگ کائی شیک ہی ہے۔ جو دن رات وطن کی مدافعت اور آزادی کی کوشش میں محو ہے۔ حال ہی میں چینیوں کے اس ہردلعزیز قائد نے ہندوستان آکر ہندوستان اور چین کے پرانے دوستانہ تعلقات کو استوار کیا ہے۔

چیانگ کائی شیک کی خانگی زندگی

ہندوستان نے خود اپنے آنکھوں سے اپنے مہمان کو دیکھا ہے کہ شائستہ اخلاق و مروت اور بردباری جیسے ان میں رچے ہوئے ہیں۔ گر جب سیاست سے چیانگ کو سابقہ پڑتا ہے تو وہ اپنے عزم کے ساتھ اپنی

ہٹ پر اڑے رہتے ہیں۔

انکی شہرت کا بڑا راز انکی خاتون ہیں جن سے چیانگ کو والہانہ و دیوانہ وار محبت ہے۔ مدام سونگ چیانگ کی دوسری بیوی ہیں کائی شیک کی پہلی شادی چینی رسم و رواج کے مطابق پندرہ سال کی عمر میں مس میئو سے ہوئی۔ مگر کائی شیک کے تعلقات ان سے خوشگوار نہ تھے اسلیے ۱۹۲۱ء میں اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔ پہلی بیوی کی بطن سے چیانگ کو ایک لڑکا بھی ہے جس کا نام چنگ کو ہے۔ چنگ کو ایک ممتاز اشتمالی ہے۔ جب کائی شیک اور اشتمالیوں میں شدید اختلاف تھا۔ چنگ کو باپ سے الجھنے کے بجائے ان سے قطع تعلق کرکے روس چلا گیا۔ جب اشتمالیوں اور چیانگ میں اتحاد ہو گیا چنگ کو بھی وطن واپس لوٹا یہ اب صوبہ کیانگسی کا کمشنر ہے۔

پہلی بیوی کو طلاق دینے کے کچھ ہی دنوں بعد چیانگ کی ملاقات مس مئے لنگ سونگ سے ہوئی۔ پہلی ہی ملاقات میں چیانگ نے محسوس کیا کہ وہ مدام سونگ کی طرف کھنچے جا رہے ہیں۔ چیانگ نے مدام سے کئی مرتبہ اظہارِ محبت بھی کیا۔ لیکن مدام نے ہر وقت انکار کیا۔ مگر چیانگ بھی اپنی دھن کے پکے تھے۔ انھوں نے طے کر لیا تھا کہ وہ اسی خاتون سے شادی کرینگے۔ اس شادی میں بڑی رکاوٹ یہی تھی کہ سونگ خاندان عیسائی تھا۔ اگر چیانگ کائی شیک عیسائیت قبول کر لیتے تو اس شادی میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ کائی شیک محض شادی کی خاطر مذہب بدلنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ اسپر مُصر تھے کہ اگر انھیں عیسائیت میں کوئی صداقت ملجائے تو وہ اسے قبول کرلیں گے۔

چنانچہ مدام اس شرط پر راضی ہوگئیں اور دسمبر ۱۹۲۷ء میں دونوں کی شادی ہو گئی۔ شادی کے بعد چیانگ نے عیسائیت کا گہرا مطالعہ کیا اور اکتوبر ۱۹۳۰ء میں حلقہ بگوش عیسائیت ہوگئے۔ مگر عیسائی ہونے کے باوجود چیانگ قدیم چینی عقاید کی طرح آج بھی بزرگوں کی پرستش کرتے ہیں۔

جنرلیسمو چیانگ کائی شیک اسوقت چین کے روح رواں ہیں۔ اشتمالی انھیں فاشسٹ قائد اور مخالفین انھیں آمر کہکر یہ چاہتے ہیں کہ چین کے اس معمار اعظم کی وقعت گرادیں۔ مگر دنیا یہ جانتی ہے کہ چیانگ کائی شیک ہی کی وہ شخصیت ہے جو اس بھنور اور طوفان میں ہزاروں ہچکولوں کے باوجود ساری قوم کو منزل کی طرف لے جا رہی ہے۔ محض اشتمالیوں اور چیانگ کے اختلافات پر اعتراضات کے بنچے محلوں میں بیٹھکر اس قائد کی ان خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو اس نے جدید چین کی بقاء و ارتقاء کے لیے انجام دی ہیں چین کی یہ خوش نصیبی تھی کہ اس بحرانی دور میں اسکو چیانگ کائی شیک جیسا قائد ملا جس نے اپنی مساعی سے چین کو وہ مقام دلایا جو ہزاروں سال پیشتر اس کا مقدر تھا۔ جس قوم میں ایسے دو چار چیانگ کائی شیک پیدا ہوجائیں اس قوم کی تقدیر بدل جائیگی اور وہ قوم دنیا میں اپنا ایک نام و مقام پیدا کرلیگی جسے مخالف قدریں بھی مٹانے سے قاصر رہیں گی۔



ماؤزے تنگ

چین میں اشتمالی سرگرمیوں کا آغاز ڈاکٹر سن کی کوششوں کا رہین منت ہے ۔ مگر اس تحریک کی بقاء اور ارتقاء کا خالق ماؤزے تونگ ہے ۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ماؤزے تونگ "چین کا لینن" ہے ۔ اس کی کوششوں نے چین کو زندہ و برقرار رکھنے میں جو کام کیا ہے اسکو چین کبھی فراموش نہیں کرسکتا ۔

ماؤزے ان مشاہیر کی صف میں ہے جو تاریک پس منظر، گمنام خاندان اور غیر معروف ماحول سے نکلکر اپنی رفعتوں کی بدولت افق پر یوں چھا جاتے ہیں کہ انکی جوت سے ساری دنیا تاباں ہوجائے ۔ یہ ایک غریب اور مفلوک الحال کسان کے گھر میں سنہ ۱۸۹۳ء میں جنم لیا ۔ اسکے والد ماؤجن شنگ[1] صوبہ ہونان کے ایک معمولی کاشتکار تھے ۔ محنت شاقہ کے باوجود بھی اسکی زراعت اس قابل نہ تھی کہ پیٹ کی آگ بجھا سکتی ۔ اس افلاس کے باعث خاندان والوں کو

---

[1] Maao Jen Shang

محنت مزدوری بھی کرنی پڑتی تھی - چنانچہ ماؤزے کو بھی کمسنی ہی میں ملازمت اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ ماؤجن شنگ کی تقدیر میں کچھ بھلے دن بھی آئے جب انھوں نے زراعت کے بجائے چاول کا بیوپار شروع کیا۔ جب کچھ مالی حالت سنبھلی ماؤزے کو حصولِ تعلیم کا موقعہ نصیب ہوا۔ مقامی اسکول میں ماؤزے نے تیرہ سال کی عمر تک تعلیم حاصل کی۔ ان دنوں چین کا نظام تعلیم اسقدر فرسودہ اور نقائص سے بھرا ہوا تھا کہ طالب علم کا شوق بجائے بڑھنے کے گھٹتا ہی جاتا تھا۔ اساتذہ کی سختی اور تشدد سے بیزار ہوکر ماؤزے اسکول اور گھر سے فرار ہوگیا۔ کچھ دنوں کے بعد محبت کے مارے والدین نے اسکو ڈھونڈھ نکالا۔ اور اپنے لڑکے کی بددلی دیکھکر اسکو اپنے پیشہ میں لگالیا۔ ماؤزے ان دنوں میں ذاتی طور پر چینی ادبیات عالیہ کو پڑھا۔ اور ان پر عبور حاصل کیا۔ اور افادی ادب کا مطالعہ کرتا رہا۔ اخبارات اور مضامین کے ذریعے ماؤزے کو چین کی بیچارگی اور افلاس کا حال معلوم ہوتا تھا۔ جس سے وہ متاثر ہوکر آزادئ وطن کے خیالی منصوبے باندھا کرتا۔ دن بھر کھیتوں میں کام کرنا اور شام میں ان خیالی منصوبوں میں وقت گذارنا یہی ماؤزے کا مشغلہ ہوگیا تھا۔

انھیں دنوں چین میں ایک ہیبتناک قحط شروع ہوا جس میں لاکھوں چینی فاقوں کا شکار ہوے۔ ان درماندگیوں نے نوجوانان چین میں بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔ وہ ایک مرکز پر منظم ہونا شروع ہوئے۔ ماؤزے کو بھی اس نئیے انداز کا علم ہوا۔

وہ بھی یہی سوچنے لگا کہ قوت کے سہارے ہی آزادی اور امن نصیب ہو سکتے ہیں۔ روٹی اور آزادی، مانگنے سے نہیں ملتی بلکہ کوشش سے حاصل ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر ماؤزے کے ایک رشتے دار نے بتایا کہ شیانگ شیانگ کے مقام پر ایک نیا مدرسہ قائم ہوا ہے جہاں جدید طریقے پر تعلیم دیجاتی ہے۔ ماؤزے کے ذوقِ مطالعہ نے مجبور کر دیا کہ وہ بہر قیمت مزید علم حاصل کرے اور وہ اس اسکول میں شریک ہو گیا اسی اسکول میں ماؤزے کو پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ شہنشاہِ چین کا نام کیا ہے؟ یہاں ماؤزے نے عالمی سیاست کو سمجھنے اور جاننے کی کوشش کی۔ جب یہاں کا نصاب ختم ہو چکا تب وہ چنگشا گیا، جو اس کے وطن سے ساٹھ میل دور تھا۔ ماؤزے چنگشا پیدل گیا۔ کوئی موانعات اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکے مگر یہاں ماؤزے چھ مہینوں سے زیادہ نہ رہ سکا۔ کیونکہ یہاں کے سیاسی حالات دن بدن ابتر ہوئے جارہے تھے۔ یہیں پر ماؤزے کو ایک انقلابی اخبار کے مطالعے کا موقعہ ملا جس میں مانچو خاندان کے خلاف قومیت پسندوں کی مہم کا تذکرہ تھا اور کینٹن میں حکومت کے خلاف بغاوت کی تفصیلات تھیں۔ اسی ہفتہ چنگشا میں بھی بغاوت پھوٹ پڑی اور ایک عارضی قومی حکومت قائم ہوئی۔ اس ہنگامے کے دوران میں ماؤزے کا جذبۂ حب الوطنی نچلا نہ بیٹھ سکا وہ انقلابی جماعت میں شریک ہو گیا اور چھ مہینے تک انقلابی فوجی کی حیثیت سے قومی تحریک میں منہمک رہا۔ جب انقلاب کے سارے ہنگامے فرو ہو گئے وہ پھر اپنی تعلیم جاری رکھنے کی خاطر

ایک کالج میں داخلہ لے لیا۔ اور اپنی سیاسی معلومات میں اضافہ کرتا رہا۔ اس تعلیم کے اختتام پر صوبہ ہونان کے ایک نارمل اسکول میں شریک ہوا جہاں قیام و طعام کا مفت انتظام تھا۔ اس سہولت نے ماؤزے کو موقعہ دیا کہ وہ اطمینان کے ساتھ اپنی تعلیم جاری رکھ سکے۔ چنانچہ اس کالج میں وہ پانچ سال تک رہا اور طیلسان بھی حاصل کیا۔

اس طالب علمانہ زندگی کے بعد ماؤزے نے سیاست میں دخل دینا شروع کیا۔ چند نوجوان دوستوں کو اپنے ساتھ لیکر اس نے ۱۹۱۷ء میں ایک انجمن بنائی جس کا مدعا چین کی معاشی و سیاسی آزادی تھا۔ اس انجمن کا نام "مجلس عالیہ نوجوانانِ چین" تھا ابتداء میں اس کے ارکین کی تعداد ساٹھ ستر تک محدود رہی۔ اور یہی آگے چلکر چین کے ممتاز اشتمالی اور انقلابی بنے۔ ان میں سے اکثر ۱۹۲۷ء میں چیانگ کائی شیک کی مخالفانہ مہم کا شکار ہو گئے رفتہ رفتہ اس انجمن کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ اسکی کئی شاخیں شنگھائی، ہنکاؤ، ٹینسٹین وغیرہ میں قائم ہوگئیں۔

ماؤزے کی مالی مشکلات مجبور کر رہی تھیں کہ وہ اپنا روزگار آپ پیدا کرسکے تاکہ فاقوں سے محفوظ رہے۔ اسی لیے وہ پیکنگ چلا آیا اور کتب خانے میں ایک معمولی سی خدمت قبول کرلیا۔ انہی دنوں ماؤزے کے بعض دوستوں نے اس کو فرانس

ا Hsin Mein Hsueh Hui

چلنے پر مجبور کیا تاکہ وہ چینی طالب علموں کی سیاسی تحریک اور یورپ کے سیاسی حالات کا مطالعہ کر سکے۔ مگر ماؤزے نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ "پہلے مجھے چین کے حالات سے واقف ہونا ضروری ہے اس کے بعد میں باہر جانے کے لیے تیار ہوں" پیکنگ کے قیام کو بھی ماؤزے نے ۱۹۱۹ء میں چھوڑا اور چنگشا واپس گیا۔ اس زمانے میں چنگشا طالب علموں کی سیاسی تحریکات کا مرکز تھا۔ طالب علموں کا ایک رسالہ بھی نکلتا تھا۔ اس رسالے کی ادارت ماؤزے کے سپرد کی گئی۔ مگر حکومت نے اس کو اپنے مفاد پر ایک ضرب سمجھ کر اس کی اشاعت بند کرا دی۔ ماؤزے کو پھر پیکنگ لوٹنا پڑا۔ وہاں پر ایک خبر رساں ادارے کی صدارت کے فرائض انجام دینا پڑے۔ اس قیام کے دوران میں ماؤزے کی ملاقات چین کے دوسرے نامور انقلابیوں اور اشتمالیوں سے ہوئی۔ اس ملاقات نے ماؤزے کے انقلابی جذبات کو اور بے پناہ بنا دیا۔ وہ پھر چنگشا واپس لوٹا اور ایک مدرسہ میں ملازمت اختیار کر لی۔ یہ ملازمت دراصل ماؤزے کے لیے ایک ذریعہ تھی جس سے وہ نوجوانوں میں انقلابی خیالات پیدا کر رہا تھا۔

طالب علموں کے علاوہ ۱۹۲۰ء میں ماؤزے کو مزدوروں کے محاذ پر بھی کام کرنا پڑا۔ وہ ان کی سیاسی تنظیم میں مصروف ہو گیا انھیں مارکس اور اینگلز کی تعلیمات سے واقف کراتا رہا۔ ماؤزے خود بھی یہ چاہتا تھا کہ اشتمالیت کا تفصیلی مطالعہ کرے۔ وہ پیکنگ

مل سکتا تھا اس کا مطالعہ کرتا رہا۔ اسوقت تک چین میں کوئی باضابطہ اشتمالی انجمن قائم نہیں ہوئی تھی۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں ایم، مارلن چین آئے مارلن تیسری بین الاقوامیہ کے سرگرم رکن تھے۔ شنگھائی میں چینی اشتمالیوں کی ایک کانفرنس طلب کی گئی اور بحث و مباحثہ کے بعد مئی سنہ ۱۹۲۱ء میں اشتمالی جماعت قائم ہو گئی۔ اس جماعت کے قیام میں لائی ٹے چاؤ[1]، چن تو سیو[2] اور ماؤ زے کی کوششوں کو بڑا دخل حاصل ہے۔ اس انجمن کے قیام کے ساتھ ہی چین میں اور چین کے باہر فرانس، جرمنی اور جاپان میں بھی اس انجمن کی شاخیں قائم ہوئیں۔ ماؤ زے ہونان کی اشتمالی جماعت کے معتمد تھے۔ ماؤ زے نے سنہ ۱۹۲۲ء میں وہاں پر ٹریڈ یونین اور دیگر مزدور جماعتوں کی بنیاد رکھی۔ صوبہ ہونان تمام چین میں اشتمالی تحریک کا اہم ترین مرکز تھا۔ اس سرگرمیوں کو دیکھکر حکومت نے سنہ ۱۹۲۲ء میں دو اشتمالی طالب علموں کو قتل کرا دیا۔

کینٹن میں سنہ ۱۹۲۳ء میں چینی اشتمالیوں نے اپنی سالانہ کانفرنس طلب کی۔ اور اس میں اپنے آپ کو کومنتانگ سے ملحق کر لیا۔ اسوقت ماؤ زے چینی اشتمالی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ انہوں نے تحریک کی کہ روسی مدبرین کو چین آنے کی دعوت دیجائے تاکہ چینی مسائل کے حل میں ان کی مدد لی جاسکے۔ کومنتانگ نے ماؤ زے کی ان صلاحیتوں کو دیکھکر اپنے آرگن "سیاسی ہفتہ وار" کی ادارت اسکے

Chen - tu - Hsien [2]   Li Ta - Chao [1]

ذمے کردی۔ اسی ادارت کے زمانے میں ماؤزے تنگ نے دو پمفلٹ بھی لکھے[1] جو اشتمالی نصب العین اور چینی سیاست سے متعلق تھے۔

کومنتانگ میں اشتمالی اور حکومتی جماعتوں کے مابین ۱۹۲۶ء میں اختلافات رونما ہوگئے اور دو جماعتیں یمینی اور یساری پیدا ہوگئیں۔ ۱۹۲۷ء کے بہار میں ہوپیبے، کیانگسی، فوکین اور ہونان میں مزدوروں اور کسانوں میں یمینی جماعت کے خلاف تیز و تند جذبات پیدا ہوگئے۔ جو آگے چلکر اس تصادم کی صورت میں ظاہر ہوئے جسے تاریخ میں طویل مسافت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر اشتمالیوں کی راہبری و راہنمائی میں ماؤزے تونگ نے جو کام کیا ہے اسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ماؤ کے ذمے یہ تفویض کیا گیا تھا۔

(۱) صوبائی اشتمالی جماعت کو کومنتانگ سے بالکل علیحدہ کردیا جائے۔

(۲) عوام اور مزدوروں کی ایک فوج بنائی جائے۔

(۳) چھوٹے متوسط اور مرفہ الحال زمینداروں کی ملکیت پر قبضہ کرلیا جائے اور اشتمالی حکومت کی ملکیت

---

[1] A - Annalysis of the different classes chinese society

B - The class basis of chas hengti and the task before us.

میں دیدیا جائے۔

(۴) صوبۂ ہونان میں اشتمالی حکومت قائم کی جائے۔

(۵) اشتمالی حکومت کی تنظیم کیجائے۔

یہ سارے کام کچھ آسان نہ تھے مگر ماؤ کے جذبۂ شوق اور حب الوطنی نے اس کو اسقدر بے پناہ بنادیا تھا کہ وہ ابتدائی چار امور میں حیرت انگیز طور پر کامیاب ہوگیا۔ مزدوروں کی ایک فوج بنائی جو پہلی ڈویژن کہلاتی تھی۔ کسانوں، طالب علموں اور دہقانوں کو بھی فوجی تربیت دیتا رہا۔ اس ہنگامے میں کومنتانگ کی خفیہ پولیس نے ماؤزے کو گرفتار بھی کرلیا۔ ماؤزے نے رشوت دیکر فرار ہونے کی کوشش کی مگر وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اس کو قتل کا حکم سنایا گیا۔ جب وہ مقتل لایا جارہا تھا اور صرف ۲۰۰ گز کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ ماؤزے چھلانگ لگاکر کھیتوں میں فرار ہوگیا۔ اور چھپتا چھپتا پھر اپنے ساتھیوں سے جاملا۔

اشتمالی جماعت نے ماؤزے کو اس کی شاندار خدمات کے مدنظر مجلس محاذ جنگ[1] کا صدر منتخب کیا۔ چیانگ کائی شیک نے ماؤزے کی ان سرگرمیوں سے خائف ہوکر اس کی گرفتاری کا اعلان کیا اور گرفتار کنندہ کے لیے دو لاکھ پونڈ انعام کا پیشکش بھی کیا۔

جب اشتمالیوں کا دوسرا سالانہ اجلاس منعقد ہوا تو ماؤزے کی انہی خدمات کے مدنظر اس کو اشتمالی حکومت کا صدر منتخب

---

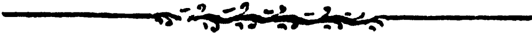
[1] Party front committee

کیا گیا۔ اس کانفرنس میں نو ۹ لاکھ اشتمالی شریک تھے۔ ماؤزے تنگ اشتمالیوں کا ہردلعزیز اور محبوب ترین قائد ہے۔ جب طویل مسافت کے بعد اشتمالیوں اور چیانگ کائی شیک میں صلح ہوگئی ماؤزے تنگ نے جاپان کے خطرات سے ملک کو آگاہ کیا۔ اور قومی محاذ کے قیام پر زور دیتا رہا۔ آج جبکہ چین جاپان سے نبرد آزما ہے ماؤزے تنگ اپنی جماعت کے ساتھ جاپان کی مخالفت میں سرگرم عمل ہے۔ اس کے ساتھ چینی عوام، دہقان، کسان، مزدور اور طالب علم سب ہی ہیں اور ان کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

ماؤزے تنگ روزانہ اٹھارہ گھنٹے سے زیادہ کام کرتا ہے۔ آج وہ محاذ جنگ پر موجود ہے مگر مطالعہ کا ذوق، محاذ پر بھی اس کے لیے کوئی موانعات پیدا نہ کرسکا۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ وہ ایک بہترین جرنیل بھی ہے، مدبر بھی ہے، سیاسی بھی ہے اور ایک ادیب بھی۔ طویل مسافت کے دوران میں اس نے اپنی فوجوں کی جس حیرت انگیز طریقہ سے کمان کی ہے اور اس کے ساتھ ہی اشتمالی حکومت کی تنظیم کی ہے وہ اس کی ذہانت و کارکردگی کا ایک ثبوت ہیں۔ ماؤزے تنگ ایک سحر بیان خطیب بھی ہے وہ جب اپنی افواج کے سامنے تقریر کرنے ٹھہر جاتا ہے تو اس کے ساتھیوں میں ایک طوفان آجاتا ہے۔ آج بھی وہ جاپانی درندگی کے خلاف جب کبھی پکار اٹھتا ہے تو سالوں کی تھکی ہوئی فوجیں آہنی عزم کے ساتھ دشمن پر ٹوٹ پڑتی ہیں۔

ماؤزے تونگ چینی اشتمالیوں کا قائد اور ایک ممتاز
محب وطن ہے۔ وہ ایک غیر معروف دہقان قبیلے میں پیدا ہوا تھا
مگر آج ساری دنیا اس سے واقف ہے اور اس کا احترام کرتی
ہے کہ اس کی بدولت چین کے عوام میں بیداری اور زندگی
پیدا ہوئی۔



پیوست

چائین میں موجودہ اشتمالی تحریک کا روحِ رواں
اور سرخ فوج کا جرنیل ایک عجیب و غریب انسان ہے جسے دنیا
چوتھے کے نام سے یاد کرتی ہے۔ چوتھے ایک مجموعۂ اضداد ہے
اُس خاندان میں جنم لیا جو سرمایہ دار، رجعت پسند اور عیش دوست
و عشرت طلب تھا۔ چوتھے انہی روایات کو لے کر اسی ماحول
میں آگے بڑھا۔ مگر یکایک آنکھیں کھلیں۔ اور وہ دفعتہً انقلابی
بن گیا۔ پھر جو نئی موثر زندگی میں پیدا ہوئی سرفروشی اور وطن
پرستی تھی جو اُس کی تقدیر بن گئی۔ چوتھے آج چین میں اشتمالی
تحریک کا سردار اور آزادیٔ وطن کا شمشیر بکف مجاہد ہے۔
اس کے انہی خصائص کی بنا پر دنیا اس کو چین کا ٹموشنکو
کہتی ہے۔

چوتھے صوبہ ذی چیوان کے ایک دیہات آنائی لنگ

۔ Ne Teung ...

میں ۱۸۶۲ء میں پیدا ہوا۔ اس کے والدین زمیندار تھے اور چین کے مشہور سرمایہ داروں میں شمار کیے جاتے تھے۔ مکتب کی معمولی تعلیم کے بعد ینان فوجی اکیڈیمی میں فوجی تربیت کے حصول کی خاطر اس نے شرکت حاصل کرلی۔ تربیت پانے کے بعد فوج میں لفٹننٹ کا عہدہ ملا۔ جب مانچو خاندان کے خلاف انقلاب کی آگ پھیلی، چوتھے نے اپنی فوج کو باغیوں اور انقلابیوں کے ساتھ کردیا۔ چوتھے کی اس حرکت سے انقلابی اس کے جذبۂ وطن پرستی کے معترف ہوگئے۔ جب انقلاب کے بعد یان شی کائی غدار صدر جمہوریہ نے اپنی شاہی کے آغاز کی کوشش کی تو وہ پھر میدان میں علم بغاوت لے کر بے پناہ چلا آیا۔ اور اس وقت مطمئن ہوا جب یہ دور جبر و مطلق العنانی ختم ہوا۔

اس فوجی شہرت کے ساتھ ساتھ سیاسی امور میں بھی چوتھے نے ممتاز حصہ لیا۔ ینان فو کے محکمہ حفاظت عامہ کے فرائض اس خوبی سے انجام دیا کہ جمہوری حکومت نے فوراً ہی مالیہ کا صوبائی کمشنر مقرر کیا۔ مگر چوتھے کی خانگی زندگی اپنے اجداد کے روایات کی تقلید کررہی تھی۔ وہ انتہائی سخت گیر اور جابر تھا۔ بری عادات و خصائل اور عیش و عشرت کا دیوانہ تھا۔ افیون کا بڑا رسیا تھا۔ عیش پرستی اور نفس پروری کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ چوتھے نے نو شادیاں کررکھی تھیں اور کئی حرم تھے۔

ایک عیش پرست افیونی، چین کا ٹموشنکو کیسے

بنا؟ اس عظمت و معراج کا زینہ چوتھے کا وہ ذوق مطالعہ ہے جو ہر لمحہ اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ افیون کی پینک میں اپنے منظورِ نظر کے شبستانوں میں وہ مطالعہ کا وقت نکال لیا کرتا تھا۔ اسی وسیع مطالعہ نے چوتھے کو چین کی حقیقت سے واقف کرایا کہ "مادرِ وطن اور ابنائے وطن عالمِ مخفی کی طرف پرواز کر رہے ہیں ——— ملک میں جمہوری نظامِ حکومت، مزدوروں اور کسانوں کی فلاح کا کچھ انتظام نہیں کرسکا ہے"

ملک کی بیچارگی چوتھے کے شعور و ادراک پر چھا تی چلی گئی۔ وہ انقلابی عزم لے کر اجداد کی میراث سے فرار ہونا چاہا۔ اور وہ دن ۱۹۲۰ء میں آیا جب کہ اس نے شبستانوں کی شمعیں گل کر دیں۔ بیگموں اور خواصوں کی آغوش سے بھاگ کر کومنتانگ میں شریک ہوگیا۔ شنگھائی چلے آنے کے بعد اسکی ملاقات اشتمالی محبانِ وطن سے ہوئی۔ ان ساتھیوں نے اپنا نصب العین اپنے داعیات اور اپنا پروگرام چوتھے کو بتلایا اور اسے مجبور کر دیا کہ اگر وہ قوم کا خادم بننا چاہتا ہے تو افیون چھوڑ دے۔ کسی قوم کے درخشاں مستقبل کی یہی بشارت ہے کہ اس کے راہنما مرکر جی اٹھتے ہیں! جاگ جاتے ہیں! چوتھے نے افیون چھوڑنے کی قسم کھالی اور پیمان پر پابند رہا۔ عادت کے اس طرح ٹوٹ جانے پر چوتھے کا برا حال ہوگیا۔ یوں معلوم پڑتا تھا کہ وہ مرجائے گا۔ مگر اس نے اپنی خواہش پر فتح پالی

چالیس سال کی عمر میں ایک پرانی عادت کا چھوڑنا چوتھے کے انقلابی خیالات میں مہمیز کا کام کیا۔ اسی دوران میں چوتھے جرمنی گیا۔ یہاں پر چینی طالب علموں سے چوتھے کی ملاقات ہوئی جو اشتمالی مسلک کے پیرو تھے۔ ان اشتمالی دوستوں نے چوتھے کو مارکس اور اینگلز کی تصانیف مطالعے کے لیے دیں۔ چوتھے کا ذوقِ مطالعہ اور پرولتاری انقلاب ان دونوں کی ہم آہنگی نے اسے اشتمالی بنا دیا۔ اس نے انقلاب روس اور مارکسیت کا گہرا مطالعہ کیا۔ جرمنی میں چوتھے کی حیثیت ایک معمولی سپاہی کی سی تھی۔ وہ اسی حالت میں فرانس بھی گیا۔ وہاں بھی چینی اشتمالی طالب علموں نے اس کے ارادوں کو شہ دی۔ وہ خود روس گیا اور ماسکو میں "مشرق کے محنت کرنے والوں کی جامعہ"[1] میں داخلہ لیا جہاں پر کارل مارکس" اینگلز لینن اور ٹراٹسکی کے خیالات و معتقدات کے گہرے مطالعے کا موقعہ ملا۔ ۱۹۲۵ء میں چوتھے شنگھائی واپس لوٹا اور جنرل چوپی تھے کی افواج میں شریک ہو گیا۔ چوپی تھے نے چوتھے کو ۱۹۲۷ء میں نانچانگ کے محکمہ حفاظتِ عامہ کا صدر بنایا۔ اسی دوران میں چوتھے نے ایک چھوٹی سی فوج تیار کی اور اس کو جدید تربیت دلائی نیز کومنتانگ کی نویں فوج سے اپنا تعلق پیدا کر لیا۔

---

[1] Eastern Toilers University

اسی اثناء میں چیانگ کائی شیک کی قومی افواج اور اشتمالیوں کی افواج میں تصادم شروع ہوا۔ چیانگ اور اشتمالیوں کی اس مخالفت کا ذکر پچھلے صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ چوتھے اشتمالی تھا اور جنرل چوپی تھے کے تحت تھا۔ چوپی تھے چیانگ کائی شیک کا ساتھی تھا۔ یہ موقعہ چوتھے کے لیے اتنا عجیب و غریب تھا کہ وہ ایک خلش میں مبتلا ہو گیا تھا اشتمالیوں کی مدد اس کا فرض تھا مگر اس کو اپنے سرکاری فوجی فرائض اور اپنے کمانڈر کی عدول حکمی کرنا پڑتا تھا۔ یکم اگست ۱۹۲۷ء کو چوتھے اپنے کمانڈر سے باغی ہو گیا اور اشتمالیوں کی حمایت میں اپنے کمانڈر کے خلاف شمشیر بکف میدان میں چلا آیا۔ نویں فوج کا ایک بڑا حصہ بھی چوتھے کے ساتھ ہو گیا۔ اشتمالیوں نے چوتھے کو صدر مشیر سیاسی مقرر کیا۔ چیانگ کائی شیک کو اس مخالفت میں جتنا خطرہ چوتھے سے تھا کسی اور اشتمالی سے نہ تھا۔ چیانگ نے چوتھے کو گرفتار کرنے کی ایک ترکیب بھی کی۔ چیانگ کائی شیک کے ساتھی ایک رات اچانک چوتھے کی رہائش گاہ پر حملہ آور ہوئے اور مکان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ چند آدمی مسلح ہو کر چوتھے کی خوابگاہ میں آئے۔ چوتھے اس وقت تک جاگ چکا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ دشمن اس پر گولی چلانا چاہتے ہیں اس نے کہا "چوتھے اندر ہے میں تو اس کا باورچی ہوں" مگر دشمنوں نے اس کی آواز پہچان کر اس کو گرفتار کر لیا۔ اور

اس پر گولی چلانا ہی چاہتے تھے کہ چو تھے نے اچانک ایک خفیہ ہتیار کے ذریعے اس شخص پر وار کیا اور برق کی پھرتی سے مکان سے فرار ہو گیا۔

اس مصیبت سے نجات پانے کے بعد چو تھے کچھ دنوں بعد دوسرے اشتمالی راہنما ماؤزے تونگ سے جا ملا۔ ان دونوں کی افواج نے پھر متحدہ طور پر قومی افواج کا مقابلہ شروع کیا۔ اور وہ طویل مسافت شروع کی جو چین میں اشتمالی تحریک کی کامیابی اور اشتمالیت کی بنیاد رہے چو تھے ہی وہ کمانڈر تھا جس نے سرخ فوج کی تربیت کی، ازسرِ نو منظم کیا اور قومی افواج کا مقابلہ کیا۔ مجبور و بے بس سرخ فوج اپنی بیچارگیوں کے باوجود بھی اس قدر طاقتور تھی کہ چیانگ کائی شیک کو ایک سرخ سپاہی کے قتل کے لیے دو لاکھ دس ہزار روپیے خرچ کرنا پڑتے تھے۔

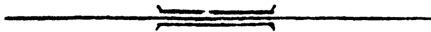
مئی ۱۹۲۸ء کو چو تھے اور ماؤزے تونگ نے متحدہ طور پر قومی افواج کے خلاف سرخ فوج کی قیادت کی۔ چو تھے کے اس تدبر سے تنگ آکر چیانگ کائی شیک نے اس کی گرفتاری کے لیے دو لاکھ پونڈ کے انعام کا اعلان کیا۔ مگر چو تھے گرفتار نہ ہو سکا۔

۱۹۳۱ء میں چو تھے کو سرخ فوج کا کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا۔ آج بھی چو تھے اسی عہدے پر فائز ہے۔ چین اپنی ہزار مجبوریوں کے باوجود جاپان کا مردانہ وار مقابلہ کر رہا ہے

اس مدافعت کا سہرا سرخ فوج اور چوتھے ہی کے سر ہے۔ وطن کی آزادی کے لیے چوتھے ایک جواں سال شجاع کی طرح کمربستہ ہے
چوتھے کی موجودہ بیوی ایک دہقانی لڑکی ہے جو اشتمالی عقیدے کی پرستار اور جاں نثار ہے۔ چینی خواتین کی ایک مختصر سی فوج کی اس خاتون نے تربیت اور تنظیم کی ہے اور خواتین کی ایک نرسنگ جماعت بھی بنائی ہے۔ جو زخمی سپاہیوں کی تیمارداری کرتی ہے۔ وطن کی کشمکش میں وہ چوتھے کے دوش بدوش مردانہ وار لڑ رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہزاروں چینی خواتین کی ایک فوج بھی ہے جو وطن کی ایک ایک اینٹ کے لیے اپنا خون بہا رہی ہیں۔ جب کسی قوم کے خواتین کا یہ شعور ہو جائے اس ملک کا مستقبل کسی تشریح کا محتاج نہیں بلکہ محکوم اور غلام اقوام کے لیے ایک درس ہے تاکہ وہ بھی اپنے وطن کی آزادی کے جہاد میں نام پیدا کریں۔

پچاس سال کے اس بوڑھے شجاع سے آج بھی جاپانی تھرا اٹھتے ہیں۔ اور یہ جانتے ہیں کہ اپنی راہ سے چوتھے کو کسی طرح ہٹا دیا جائے۔ چینی عوام خصوصاً مزدور، کسان اور دہقان چوتھے کے پرستار ہیں اور دنیا کے تمام اہل فکر چوتھے کو آج سے چالیس سال پہلے کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔ جبکہ وہ افیونی تھا، شبستانوں کا دیوانہ تھا، حسن کا پرستار تھا اور آج وطن کی شمع آزادی کا محافظ و نگران ہے تو بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں جس قوم میں چوتھے پیدا ہو جائے اس قوم کی تقدیر بدل جائیگی۔

نمبر	حکمران خاندان	زمانۂ حکومت
۱۳	سُوئی	۵۸۹ء سے ۶۱۸ء
۱۴	تانگ	۶۱۸ء سے ۹۰۷ء
۱۵	لیانگ	۹۰۷ء سے ۹۲۲ء
۱۶	تانگ	۹۲۳ء سے ۹۳۵ء
۱۷	چِم	۹۳۶ء سے ۹۴۶ء
۱۸	ہان	۹۴۶ء سے ۹۵۰ء
۱۹	چاؤ	۹۵۱ء سے ۹۵۹ء
۲۰	سُونگ	۹۶۰ء سے ۱۲۸۰ء
۲۱	یان	۱۲۸۰ء سے ۱۳۶۸ء
۲۲	مِنگ	۱۳۶۸ء سے ۱۶۴۴ء
۲۳	چنگ یا مانچو	۱۶۴۴ء سے ۱۹۱۱ء
۲۴	جمہوریہ چین	۱۹۱۱ء



ضمیمہ (ب)

جمہوریہ چین کے مختلف دور

نمبر	دور	مدت	خصوصیات
۱	انقلابِ چین	اکتوبر ۱۹۱۱ء تا فروری ۱۹۱۲ء	جمہوریہ چین کا قیام۔ ڈاکٹر سن یات سین جمہوریہ چین کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔
۲	یان شی کائی	۱۵ فروری ۱۹۱۲ء تا ۶ جون ۱۹۱۶ء	ڈاکٹر سن دو روز کی صدارت کے بعد اس عہدے سے مستعفی ہو گئے۔ دورِ آمریت۔ یان شی کائی صدر جمہوریہ چین نے "پسر جنت" اور شہنشاہ چین ہونے کا دعوٰے کیا۔
۳	دور خانہ جنگی	۱۹۱۶ء تا ۱۹۲۷ء	صدارت کیلئے کشمکش اور خانہ جنگیاں
۴	چیانگ کائی شیک	۱۹۲۷ء	۱۲ مارچ ۱۹۲۶ء کو سن یات سین کا انتقال ہوا اور چیانگ کائی شیک جمہوریہ چین کے صدر بنے۔

خصوصیات	مدت	دور	نمبر
کائی شیک کی فتوحات اور شمالی خانہ جنگیوں کا خاتمہ ۔	۱۹۲۸ء	نانکنگ کی قومی حکومت ۔	۴ الف
کائی شیک کی اشتمالیت دشمنی اشتمالیوں کی طویل مسافت اور پھر انکی کامیابی ۔	۱۹۲۸ء تا ۱۹۳۶ء	مخالف اشتمالی دور	۴ ب
۷ جولائی ۱۹۳۷ء کو جاپان نے چین پر حملہ کر دیا ۔	۱۹۳۷ء تا ــــــ	جنگ چین و جاپان	۴ ج



فہرست کتب حوالہ

کتب :-

1. The Last Of The Empresses. *by Daniele Vare.*

2. The Chines People (Their Past, Present and Future.) *by Elwell-Sutton.*

3. The Great Wall of China *by W E. Geil.*

4. A Short History of China. *by C B. Demetrius.*

5. Affairs of China. *by E. Teichman.*

6. The Chinese: Their History and Culture. *by K.S. Lateurette.*

7. Sun Yat-Sen And The Chinese Republic. *by P. Linebarger*

8. Imperialism and Nationalism in the Far-East. *by D. E. Owen.*

9. In War-Time China. *by F. W. Price.*

10. Red Star Over China. *by Edgar Snow.*

11. Encyclopaedia Britanica. *14th Edition. (1929)*

رسالہ جات :-

1. World Review. (*All China Number*)

2. Current Affairs. *All China Number*)

ہماری مطبوعات

۱۔ کنول ۔ اعظم کریوی کے بلند پایہ افسانے .... عال
۲۔ سادہ و رنگین افسانے ۔ ظفر قریشی صاحب دہلوی ...... ۱۲/ عالہ
۳۔ خانقاہ ۔ ایم اسلم کے جدید اور نئے افسانوں کا مجموعہ .. ۸/ عال
۴۔ دکن کی سیاسی تاریخ ۔ ابوالاعلیٰ صاحب مودودی ... ... ۱۲/ عال
۵۔ لہو ترنگ ۔ سکندر علی صاحب وجد کا مجموعہ کلام .. .... ۸/ عال
۶۔ ایک شاعر کا انجام ۔ ہندوستان کے مایۂ ناز ادیب نیاز فتحپوری کا پہلا افسانہ ۱۲/
۷۔ مرمر اور خون ۔ ع۔ بزاحمد صاحب کا مشہور نفسیاتی ناول جس میں بتایا گیا ہے کہ جذبات پرست امیرزادوں کے لیے مفلسی ایک کھلونہ ہے ۸/ عہ
۸۔ کارخانہ ۔ ظریف فطرت فضل الرحمن صاحب کا مزاحیہ ڈرامہ سرمایہ داری مزدور اور مزدور کی لیڈری پر عجیب انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے ۔ ۱۲/
۹۔ مشاہیر کی بیویاں ۔ (مغرب) مغرب کے مشاہیر کی بیویوں کی زندگی ۔ ۱۲/
۱۰۔ پارلیمانی طرز حکومت ۔ پارلیمان کے ذریعہ حکومت کا پورا نقشہ از منظور احسن ہاشمی ۱۲/
۱۱۔ مشرق بعید ۔ مشرقی ممالک کی سیاست وہاں کے سیاسی تعلقات اور معاہدات از شاہد حسین مذاقی .... ۴/ عہ
۱۲۔ تقاریر جناح ۔ قائد اعظم کی حالیہ تقاریر کا اردو ترجمہ .... عالہ
۱۳۔ مکتوبات نیاز ۔ دوسرا حصہ ۔ نیاز فتحپوری .... ہے

ملنے کا پتہ : کتاب خانہ انجمن ترقی اردو ہند عابد روڈ حیدرآباد دکن

بچوں کی کتابیں

پہلا سٹ (طبع شدہ)

(۱) کھٹی میٹھی بتیاں ۱۰/
(۲) چھو منتر کا دھاگا ۴/
(۳) رابن سن کروسو ۱۰/
(۴) کپڑے ۳/
(۵) سادہ زندگی ۳/
(۶) چھتری فوج ۳/
(۷) لاڈلا اکبر ۱۰/
(۸) سمندری جہاز ۴/
(۹) زمین گول ہے ۸/
(۱۰) عید ۸/
(۱۱) دستر خوان ۳/
(۱۲) پڑوس ۳/
(۱۳) جنگ کے بعد کیا ہوگا ۳/

دوسرا سٹ (زیر طبع)

(۱) گاؤں کا مکھیا کوثر چاندپوری
(۲) سمندر کا شہزادہ 〃
(۳) محمود اور شاہد 〃
(۴) دغاباز دوست 〃
(۵) کالا دیو عبدالوہاب مسلم
(۶) بولتی کیتلی 〃
(۷) قمقم قماقیل 〃
(۸) سپی تارو 〃 ۳/
(۹) یوراشیما 〃 ۲/۶م
(۱۰) چھٹنکی خاں 〃
(۱۱) سنہری کیڑا
(۱۲) طوفان
(۱۳) چین کا سفر

(ملنے کا پتہ)

کتاب خانہ انجمن ترقی اُردو (ہند) عابد روڈ
حیدرآباد دکن

رسالہ "ہماری کتابیں" ماہانہ

یہ اُردو میں اپنے طرز کا واحد علمی تحقیقی اور تنقیدی رسالہ ہے جو علی شبر صاحب حاتمی بی ایس سی (عثمانیہ) کی زیر ادارت شایع ہو رہا ہے اس رسالے میں ہر ماہ عنوانات ذیل کے تحت بہترین مضامین شایع ہوتے ہیں :-

مقالات مشاہیر مفکرین اُردو اور بلند پایہ محققین ادب کے افکار جمیل اور تحقیقات انیق کے بیش بہا جواہر پارے۔

تذکرہ محسنین اُردو اور مشاہیر ادب کے ذاتی حالات زندگی اور علمی و ادبی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی روشنی میں بسوط جائزہ۔

علمی استفسارات قارئین کے تحقیق طلب استفسارات کے معلومات افزا اور بصیرت افروز جوابات نہایت دلکش رنگین اور پسندیدہ طرز بیان میں۔

تبصرہ۔ فن تنقید کے جدید اصولوں کے ساتھ زبان اُردو کی بہترین تصانیف کے ماہرانہ انتقاد۔

تعارف۔ جدید ترین مطبوعات اُردو کی فن وار تقسیم اور عنوان موضوع کا سرسری خاکہ۔

علم کتب خانہ۔ کتب خانوں اور دار المطالعوں سے متعلق ٹھوس اور فنی مضامین۔

تکملہ۔ ایک سو سے زاید مطبوعات کے نام معہ مصنف، ناشر، قیمت، سنہ اشاعت اور فن وار تقسیم۔

سررشتہ تعلیمات نے اس کو مدارس کیلئے منظور فرمایا ہے۔ سالانہ چندہ صرف عہ

مہتمم محمد عبد الہادی (عثمانیہ)

اُردو منزل | اُردو گلی | حیدرآباد دکن